رجسٹرڈ نمبر اے ۱۷۱

# معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

باہتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف مین چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا

# فہرست مضمون نگارانِ معارف

## (جلد پانزدہم جنوری ۱۹۲۵ء - جون ۱۹۲۵ء)

بہ ترتیب حروف تہجی

# فہرست مضامین،

## جلد پانزدہم جنوری سنہ ۱۹۲۵ء۔ جون سنہ ۱۹۲۵ء

| نمبر شمار | مضامین | صفحہ |
|---|---|---|
| ۶ | سرود مرغ سحر | ۳۸۸ |
| ۷ | عرار نجد | ۱۵۵ |
| ۸ | کلام اثر صہبائی | ۱۵۶ |
| ۹ | کلام عابد | ۱۵۶ |
| ۱۰ | کلام ممتاز | ۲۲۵ |
| ۱۱ | کلام ہادی | ۲۲۴،۷۶ |
| ۱۲ | لمعات | ۲۲۵ |
| ۱۳ | اوراق پارینہ | |
| ۱ | صمدیات | ۳۵۷،۲۲۶ |

## باب التقریظ والانتقاد

| نمبر شمار | مضامین | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱ | تاریخ الدولتین | ۲۳۵ |
| 2 | تصوف اسلام | ۳۹۱ |
| 3 | خیابانِ عرفان | ۴۷۲ |
| ۴ | سیرۃ عمرو بن العاص | ۴۷۵ |
| 5 | معارف اور زمیندار میں معارضۂ عروضی | ۳۰۰ |

## مطبوعات جدیدہ

۷۸، ۸۰، ۱۵۸، ۱۶۰، ۲۳۸، ۲۴۰، ۳۱۸،
۳۲۰، ۳۹۸، ۴۰۰، ۴۷۸، ۴۸۰،


| مجلد پانزدہم | ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء | عدد اول |
|---|---|---|


## مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# شذرات

الحمد للہ کہ سیرۃ النبی جلد سوم جس کا مدت سے انتظار کیا جارہا تھا چھپکر شائع ہو گئی جسکی ضخامت (بہ تقطیع کلان) ۷۹۰ صفحے کی ہے، اور بشمول فہرست مضامین وغلطنامہ وغیرہ صفحات کی تعداد ۸۱۶ تک پہنچ جاتی ہے، درجہ اول کی قیمت عنہ اور درجہ دوم کی سے رکھی گئی ہے، جو گذشتہ جلدون سے جن کے صفحات کی تعداد اس سے کم ہے، نسبتہ کم ہے، اگرچہ تخفیف قیمت مین کاغذ کی ارزانی کو ایک حدتک دخل ہے، تاہم اس کے ساتھ ہمارے یہ خواہش بھی اس کا سبب ہے کہ یہ مقدس کتاب قوم مین بکثرت شائع ہو اور عام وخاص ہر قسم کے لوگ اس کو اپنے لیے مشعل ہدایت بنائین،

مضامین کے لحاظ سے کتاب کی جامعیت کا اندازہ تو فہرست مضامین سے ہو گا جو باریک خط مین آٹھ صفحے مین آئی ہے تاہم کتاب کی اجمالی ترتیب یہ ہے کہ ابتدا کے ۲۲۴ صفحون مین فلسفہ قدیمہ، فلسفہ جدیدہ اور قرآن مجید کے رو سے معجزہ کی حقیقت، اُس کے وقوع وامکان، اور غرض وغایت پر مفصل بحث کیگئی ہے، پھر خصائص نبوت یعنی وحی، الہام اور مکالمہ آلہی وغیرہ کی تفصیل ہے، اس کے بعد رسول اللہ صلعم کے اُن معجزات کا ذکر ہے جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین مذکور ہین، پھر اُن معجزات پر تنقید کیگئی ہے جو غیر مستند روایات کے ذریعہ سے عوام مین پھیلے ہوئے ہوئے ہین، اور سب کے اخیر مین بشارات وخصائص محمدی سے بحث کیگئی ہے، اور انھی پر کتاب کا خاتمہ ہو گیا ہے،

---

شعر الہند اگرچہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اردو زبان مین ایک جدید قسم کی کتاب ہو گی، تاہم اس مین صرف اردو شاعری کے تاریخی انقلابات وتغیرات سے بحث کیگئی ہے، اور تاریخی وادبی حیثیت سے اردو شاعری کے تمام اصناف مثلاً غزل، مثنوی، قصیدہ، اور مرثیہ وغیرہ پر ناقدانہ تبصرہ کیا گیا ہے، لیکن اس سلسلے مین اردو شعراء



کے حالات بالکل نظر انداز کر دیے گیے ہین، اور صرف ان کے کلام کو پیش نظر رکھا گیا ہے، اگرچہ شعر الہند کی اس تاریخی کمی کو آج سے بہت پہلے مولٰسنا محمد حسین آزاد کی آب حیات نے پورا کر دیا ہے، تاہم اس مین صرف چند مشہور شعرا کے حالات ہین، اور وہ بھی غیر محققانہ اور غیر مستند طریقے پر لکھے گئے ہین، اسلئے اس زمانے مین یہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ اردو کے تمام مشہور اساتذہ کے حالات مین ایک مبسوط اور محققانہ تذکرہ مرتب کیا جائے، اور اس مین اُن تمام اساتذہ کے کلام پر تبصرہ ہو جنھون نے اردو شاعری کو ترقی دی ہے، مولٰسنا عبد الحی صاحب مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء نے اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر ایک مبسوط تذکرہ "گل رعنا" کے نام سے مرتب فرمایا تھا جو آج ان کی وفات کے دو سال بعد دار المصنفین کی طرف سے شائع ہو رہا ہے، اس مین سب سے پہلے اردو زبان اور اردو شاعری کی تاریخ درج کیگئی ہے، اس کے بعد شعرائے دکن کا تذکرہ ہے، پھر ہر دور کے شعراء کے حالات ہین، جنکا خاتمہ اساتذہ دور جدید مثلاً مولٰسنا حالی اور سید اکبر حسین وغیرہ پر ہوا ہے، صفحات کتاب کی تعداد ۵۴۸ اور قیمت صہ ہے، لکھائی اور چھپائی مین وہی اہتمام کیا گیا ہے جو دار المصنفین کی تمام کتابون کے ساتھ کیا جاتا ہے، اب "گل رعنا" اور "شعر الہند" دونون کے مجموعے نے شعر العجم کی طرح اردو شاعری کی تاریخ کو بھی مکمل کر دیا ہے، اور اب وہ "شعر العرب" یعنی عربی شاعری کی تاریخ باقی رہجاتی ہے جس کے لیے ہم بہترین فرصت کے منتظر ہین،

---

ہم کو نہایت مسرت ہوئی کہ مسلم یونیورسٹی نے صاحبزادہ آفتاب احمد خان کے دور حکومت مین علم پرستی شروع کر دی ہے، اور اس سلسلے مین ڈاکٹر اقبال اور سید امیر علی کو ڈاکٹری کی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا ہے، اس نے گذشتہ سال اس کے لیے جس "مرغ زرین بال" کا انتخاب کیا تھا، اُسکو دیکھتے ہوئے ہم کو یہ بالکل توقع نہین تھی کہ وہ کبھی اُن لوگون پر بھی اپنی نگاہ غلط انداز ڈالیگی جو خواہمخواہ سفید فلسکیپ کاغذ کو سیاہ کرتے رہتے ہین، لیکن ہم خوش ہین کہ صاحبزادہ صاحب نے اس خیال کو غلط ثابت کیا ہے، اور اب اگر ہمارا جدید تعلیم یافتہ گروہ مسلم یونیورسٹی کی ڈگری کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو ہمکو یقین ہے کہ ہماری یونیورسٹی کا یہ حسن انتخاب اس کے بعض افراد کو دوسر

قومی و ذاتی مشاغل کے ساتھ علمی خدمات کی طرف بھی متوجہ کرے گا،

---

ہم نے "مسلمانون کے تنزل کی داستان" کے عنوان سے اس پرچہ مین جو مضمون لکھا ہی اُس مین ایک بڑے عالم نے مسلمانون کے علمی تنزل کا سبب "کثرت تصنیفات اور قیام مدارس" کو قرار دیا ہے، اور علامہ ابن خلدون بھی کثرت تصنیفات کو علمی ترقی کے لئے مضر خیال کرتے ہین، لیکن بدقسمتی سے اس زمانے مین یہی کثرت تصنیفات معیار کمال خیال کیجاتی ہے اور اس پر بڑا فخر و ناز کیا جاتا ہے، ہم اردو اور عربی رسالون مین اس زمانے کے مشاہیر کے حالات مین اکثر پڑھا کرتے ہین کہ "آپ بڑے مصنف ہین اور آپکی تصنیفات کی فہرست نہایت طویل ہے" پنجاب روز بروز تصنیفات کا انبار لگاتا جاتا ہے، اور حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے بھی اپنے علمی وظیفہ خوارون کیلئے ہر سال ایک کتاب پیش کرنے کی شرط لگا دی ہے، لیکن کیا یہ علمی ترقی کی دلیل ہے؟ کیا اس طریقہ نے اردو زبان مین ہر کس و ناکس کو مصنف نہین بنا دیا ہے، ؟

---

مولٰنا شبلی مرحوم، روزانہ صرف ایک صفحہ لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ "مکڑی کے پیٹ مین جتنا لعاب ہوتا ہے اوتنا ہی جالا بنتی ہے" اسی اصول کو پیش نظر رکھکر دار المصنفین قائم کیا گیا ہے، جس مین کثرت تصنیف کے بجائے کثرت مطالعہ اور وسعت نظر کو معیار کمال قرار دیا گیا ہے اور اسی اصول کے مطابق اوسکے رفقار دار کان تصنیف و تالیف کرتے ہین، اور نتیجہ بحمد اللہ کہ اب تک قابل اطمینان ہے،

---

اس اصول کے موافق دار المصنفین تو بری بھلی طرح قائم ہوگیا، لیکن آخر ہندوستان مین کوئی تعلیم گاہ ایسی بھی ہے جو تعلیم تو دیتی ہو، لیکن اس پر "مدرسہ" کے اصطلاحی لفظ کا اطلاق نہ ہوتا ہو؟ قدیم زمانے مین علمار کے پرائیویٹ مکانات اور بڑے بڑے شہرون کی مساجد، بلکہ دیہات و قصبات مین بھی اس قسم کی بکثرت تعلیم گاہین موجود



تھین، جن مین صرف معدودے چند طلبا تعلیم پاتے تھے اور باکمال ہوکر نکلتے تھے، لیکن اب ان سادہ مگر نتیجہ خیز درسگاہون نے شاندار مدارس کی صورت اختیار کرلی ہے جنکی رپورٹون مین سب سے زیادہ اس امر پر فخر کیا جاتا ہی کہ "ہمارے یہان طلبار کی تعداد پانچسو ہے، جن مین چند طالب العلم مصر، شام، عراق اور بغداد کے بھی ہین" سب سے زیادہ ہماری مسلم یونیورسٹی اس پر فخر کرتی ہے، لیکن علیگڈہ کے جو طلبار ہمیشہ اسکی شکایت کرتے رہتے ہین کہ ہمکو کھانا اچھا نہین ملتا، اُنھون نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ جس دیگچی مین بہت سے لوگون کے لئے گوشت پکایا جاتا ہے وہ بہت لذیذ نہین ہوتا، اگر کسی روشن خیال طالب العلم نے یہ ڈسکوری کرلی ہے تو اس کو چاہئے کہ اس نظریہ کو اس روحانی غذا پر بھی منطبق کرے جو اس کو مسلم یونیورسٹی روزانہ دیتی ہے،

---

ندوہ مین طلبہ کی تعداد ہمیشہ کم رہی، لیکن ہمکو کبھی اسکا افسوس نہین ہوا کیونکہ ہمنے حماسہ کے مشہور فخریہ قصیدے مین پہلے ہی دن اس مصرع کو پڑھ کر ازبر کرلیا تھا، "فقلت لہا ان الکرام قلیل" آج جامعہ ملیہ بھی طلبار سے خالی ہوتی جاتی ہے، لیکن ہمکو اس کا کچھ افسوس نہین، البتہ ان قلیل طلبار کیلئے کثیر مصارف کے ساتھ بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام ہم ضروری سمجھتے ہین،

---

ہم نہین جانتے کہ سوراج کے قائم ہو جانے کے بعد اُن غریب ہستیون کا کیا حشر ہوگا جنھون نے اپنی زندگیان اشاعت علم کے لئے وقف کر رکھی ہین، لیکن موجودہ حالت مین ہمکو اُن کی حوصلہ افزائی کا کوئی ذریعہ نظر نہین آتا، بعض صوبون کی گورنمنٹین جن مین بدقسمتی سے ہمارا صوبہ متحدہ شامل نہین کبھی کبھی مصنفین و مترجمین کو ایک رقم بطور انعام کے دے دیا کرتی ہین جنسے کسی قدر ان غریبون کی اشک شوئی ہو جاتی ہے، لیکن جو لوگ ان مصنفین و مترجمین کو پیدا کرتے ہین یعنی مکاتب قائم کرتے ہین، بورڈنگ ہاؤس تعمیر کرتے ہین، اور مدارس کو چلاتے ہین اُنکی قدردانی کا کوئی سامان نہین جن لوگون نے زمانۂ جنگ مین خود چندے دیئے دوسرون سے چندے دلوائے،

اور فوجی بھرتی مین گورنمنٹ کی مدد کی، گورنمنٹ نے ان کو خطابات دیئے، تمغے عطا کئے، اور خوشنودی کی سندین عنایت فرمائین لیکن جو لوگ ایک مدت سے علمی اور تعلیمی سپاہیون کی بھرتی کر رہے ہین کبھی گورنمنٹ کی نگاہ غلط انداز بھی ان پر نہین پڑی، جسکی وجہ یہ ہے کہ گورنمنٹ اپنے ملکی مصالح کے لحاظ سے بادلِ ناخواستہ تعلیم کی اشاعت کا فرض انجام دیتی ہے، اس لئے وہ ضرورت سے زیادہ اس معاملے مین فیاضی سے کام لینا نہین چاہتی، لیکن جن ملکون مین خود مختار قومی سلطنتین قائم ہین وہان ان لوگون کی حوصلہ افزائی کا سامان بھی موجود ہے، اور وہ بھی اور ارکان حکومت کی طرح گورنمنٹ کی فیاضی سے بہرہ اندوز ہین،

---

چنانچہ حال مین کابل کی وزارت تعلیم نے آٹھ آدمیون کو علمی اور تعلیمی خدمات کے صلے مین تمغے عطا کئے ہین جنکے نام اور کام کی تفصیل یہ ہے،

(۱) آقائے محمد قاسم خان — جب وہ جلال آباد کے حاکم اعلیٰ تھے تو اشاعت علم کے لیے کوشش کی تھی،

(۲) آقائے غلام نبی خان — جب وہ ہرات مین تھے تو قیام مکاتب مین غیر معمولی کوششین کی تھین،

(۳) آقائے شاہ محمود خان — جب وہ جنوبی کابل کے حاکم اعلیٰ تھے تو قیام مکاتب و ترقی علم کے لئے سخت کوششین کی تھین،

(۴) جناب ہاشم شائق آفندی — ان کی کوشش سے وزارت تعلیم کے دار التالیف نے بہت ترقی کی ہے اور بہت زیادہ کتابین تالیف و ترجمہ کی گئین ہین،

(۵) جناب ادیب آفندی — جب وہ برلن مین سفارت کا کام انجام دیتے تھے تو افغانی طلبار کی بہتری، و بہبودی کے لیے گرانمایہ خدمات انجام دی تھین،



(۶) جناب سید احمد خان معروف بہ کاکا — الف بے کی تعلیم مین تازہ اصول ایجاد کیئے ہین، تمام مکاتب مین ان کو جاری کیا ہے، اور اس موضوع پر مختلف کتابین لکھی ہین،

(۷) جناب خواجہ عبد الرحمان خان ہراتی — اپنے علاقے مین مکتب قائم کیا ہے، اور اُسکو ترقی دی ہے،

(۸) جناب خواجہ غلام محی الدین خان — ″

ان مین اول الذکر چھ بزرگون کو درجہ اوّل کا تمغہ دیا گیا ہے، اور دونون آخر الذکر بزرگون نے درجہ دوم کا تمغہ حاصل کیا ہے،

---

چند سال ہوئے کہ کابل کی وزارت تعلیم کی نگرانی مین ایک عجائب خانہ قائم ہوا تھا جس مین بہت سی تاریخی چیزین مثلاً قدیم سکے، قدیم تاریخی آلات جنگ اور مؤلفین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابین، جمع کیگئین تھین، لیکن چند وجوہ سے جن مین اس کے لئے ایک موزون مقام و موزون عمارت کا انتخاب تھا اب تک سرکاری طور پر اُسکا افتتاح نہین ہوا تھا، لیکن حال مین اس میوزیم کے لئے کوٹھی باغچہ کی شاہی عمارت جس مین پہلے وزارت تعلیم کا دفتر تھا انتخاب کیگئی، اور وزارت تعلیم کی طرف سے تمام ضروری انتظامات کے بعد سرکاری طور پر اس کا افتتاح ہوا اور اس تقریب مین تمام وزرار، دول خارجہ کے نمایندے اعیان و اکابر، علم دوست اصحاب اور خود امیر امان اللہ خان، بہ نفس نفیس شریک ہوئے، اور اس موقع پر بہت سے بزرگون نے عجائب خانہ کے لئے نادر اور قیمتی چیزین تحفۃً پیش کین، جنکی تفصیل یہ ہے،

(۱) ایک نہایت قیمتی قالین جس پر شاہان قدیم ایران کی تصویرین بنی ہوئی تھین، اور اس کے ساتھ ایک نیا قالین جو ہرات کے قالین بافون کی صناعی کا بہترین نمونہ تھا، امیر امان اللہ خان غازی کی طرف سے پیش کیا گیا،

(۲) ایک ریشمی قالین جو استادان قدیم کے ہاتھ کا بنا ہوا تھا ایک طلائی طبنچہ کے ساتھ شاہ خانم صاحبہ کی طرف سے پیش ہوا،

(۳) ایک ہاتھ کا سلا ہوا میز پوش جس پر نشانون چڑیون اور پھولون کی تصویرین بنی ہوئی تھین، اور ایران کی صناعی کا بہترین نمونہ تھا آقائے محمد یعقوب خان کی طرف سے پیش ہوا،

(۴) ایک قدیم تلوار جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ نادر شاہ افشار کی ہے آقائے عبد العزیز خان وکیل وزارت جنگ کی طرف سے پیش کیگئی،

ان تمام نادر چیزون کے دیکھنے کے بعد تمام لوگ گارڈن پارٹی مین شریک ہوے، اور اس وقت آقائے فیض محمد خان وزیر تعلیم اور جناب محمود بیگ خان وزیر خارجیہ نے عجائب خانے کے فوائد پر تقریرین کین اور آقائے غلام محی الدین خان مہتمم عجائب خانہ کو انکی سہ سالہ خدمات کے صلے مین امیر کابل کی طرف سے درجہ دوم کا تمغہ دیا گیا اور اس کے بعد امیر موصوف نے رسم افتتاح ادا کی،

## سیرۃ النبی جلد سوم

جس کے مقدمہ مین اول نفس معجزہ کی حقیقت اور اُس کے امکان و وقوع پر فلسفۂ قدیمہ علم کلام، فلسفۂ جدیدہ اور قرآن مجید کے نقطہائے نظر سے مبسوط بحث و تبصرہ ہے، اور اس کے بعد خصائص نبوت یعنی مکالمۂ الٰہی، وحی، نزول ملائکہ عالم معراج اور شرح صدر کا بیان ہے پھر وہ آیات و معجزات مذکور ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین ہے بعد ازین وہ ہین جو مستند روایات سے ثابت ہین پھر معجزون کی غیر معتبر روایات کی تنقید کا باب ہے، اور اخیر مین وہ بشارات نبوی ہین جو صحف سابقہ مین موجود ہین اور جنکے حوالے قرآن مجید و حدیث مین مذکور ہین، اور آخر مین خصائص محمدی کا باب ہے،

قیمت درجہ اول ... عـہ/ درجہ دوم ... ۶ ــہ/

تقطیع کلان تعداد صفحات ۶۱۸،

منیجر



# مقالات

## مُسلمانون کے تنزل کی داستان

## قدمار کی زبان سے

از

مولانا عبد السّلام ندوی،

علم، مذہب، اور حکومت ہر قوم کی ترقی کا مایۂ خمیر ہین، اور گذشتہ زمانے مین مسلمانون نے جو ترقیان کی تھین وہ انھی تینون چیزون کا نتیجہ تھین، آج مسلمانون کے اس دور تنزل مین پیشوایان قوم نے ان اقانیم ثلاثہ کا ماتم جن پُر درد الفاظ مین کیا ہے اونکی صدائے بازگشت تمام دنیائے اسلام مین گونج رہی ہے لیکن قدمار نے اونکا مرثیہ جس درد انگیز لَے مین پڑھا تھا، اوس سے قوم کے کان آشنا نہین ہین، اس لیے ہم اس مرثیہ کو اونھین کے الفاظ مین قوم کو سنانا چاہتے ہین،

اسلام کی تاریخ مین اگرچہ اس قسم کی درد انگیز صدائین انقضاء عہد نبوت ہی کے بعد سے اُٹھنے لگی تھین، لیکن چھٹی صدی کے بعد جب تاتاریون کے غارت گرانہ حملون نے دنیائے اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، اور بغداد، شام اور عراق کو بالکل بے چراغ کر دیا، جو علمار پیدا ہوئے اونھون نے خصوصیت کے ساتھ اس مرثیہ کو نہایت رقت خیز الفاظ مین مسلمانون کو سنایا ہے، اس لیے آج جبکہ یورپ نے ان ممالک پر قبضہ کر لیا ہے، مسلمانون کی بزم ماتم مین ان مرثیون کا سنانا زیادہ موزون و موثر ہوگا۔

ان علماء مین سب سے مقدم شخص علامہ ابن تیمیہ حرانی ہین، جنھون نے اپنی تمام عمر کتاب و سنت کی تعلیم
و اشاعت مین صرف کی ہے، اور مسلمانون مین عہد نبوت اور عہد صحابہ کے سادہ، پُرعظمت اور ٹھیٹ عقائد کو
پھیلانا چاہا ہے، اس لیے قدرتی طور پر اُنھون نے مسلمانون کی سیاسی تباہی کا ذریعہ ان مبتدعانہ عقائد و خیالات
کو قرار دیا ہے، جنھون نے بنو اُمیہ کے زمانے مین پیدا ہو کر بعد کو مختلف فرقے پیدا کر دیئے، اور خود خلفائے
اسلام نے اُن مین بعض عقائد کی ترویج و اشاعت کی، چنانچہ اُن کے نزدیک مسلمانون کے سیاسی تنزل کا
آغاز اس طرح ہوا کہ سب سے پہلے جعد بن درہم نے اسلام مین تعطیل کا خیال ظاہر کیا (یعنی صفات آلہی کا انکار کیا)
اور اس جرم کی پاداش مین اُسکو خالد بن عبد اللہ القسری نے یہ کہکر ذبح کیا کہ "مسلمانو! قربانی کرو، خدا تمھاری قربانی
کو قبول کریگا، مین جعد بن درہم کی قربانی کرتا ہون، اوسکا خیال ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو نہ اپنا
دوست بنایا اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے گفتگو کی" اس کے بعد منبر سے اُتر کر اُس کو ذبح کر دیا، اور حسن
بصری وغیرہ علماء اسلام اُس کے شکرگذار ہوئے، یہی جعد بن درہم ہے جسکی طرف بنو امیہ کا آخری خلیفہ مروان
ابن جعدی منسوب ہے، جسکی بدبختی کا اُس کو یہ صلہ ملا کہ اُسکی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، کیونکہ جب اُن بدعات
کا ظہور ہوا جو پیغمبرون کے مذہب کے مخالف تھین تو جن لوگون نے پیغمبرون کی مخالفت کی خدا نے اُن سے
انتقام لیا، اور پیغمبرون کی حمایت کی یہی وجہ ہے کہ جب ملاحدہ باطنیہ پیدا ہوئے اور اُنھون نے شام وغیرہ
پر قبضہ کر لیا تو ان ممالک مین نفاق و زندقہ پھیل گیا، اور ان باطنیون کے ذریعہ سے رفض و الحاد کی اشاعت
ہوئی، یہی وجہ ہے کہ بنو حمدان العالیہ وغیرہ جو شام پر حکومت کرتے تھے شیعی مذہب رکھتے تھے، اسی طرح
مشرق مین سلاطین بنو بویہ کا مذہب بھی شیعی تھا،

شیخ بوعلی سینا اور اُس کے خاندان کے لوگ ان کے مذہب کی اشاعت کرتے تھے، اور اسی بنا
پر ان لوگون نے فلسفہ کی طرف عملی توجہ کی تھی، ان لوگون کا ظہور خلیفہ مقتدر عباسی کے زمانے مین ہوا جو
اب تک نابالغ تھا، خلافت عباسیہ کے تنزل کی ابتدا اسی زمانے سے ہوئی، اور اسی زمانے مین اندلس کے



اموی خلیفہ نے اپنا لقب امیرالمومنین اختیار کیا، اس سے پہلے اس نے یہ لقب اختیار نہین کیا تھا کیونکہ مسلمانون
پر دو خلیفہ حکومت نہین کر سکتے تھے، لیکن جب مقتدر عباسی خلیفہ ہوا تو اموی خلیفہ نے یہ کہکر کہ "ایک بچے
کی حکومت ناجائز ہے" خود امیرالمومنین کا لقب اختیار کر لیا،

اگرچہ بنو عبید اللہ القداح نے بھی یہ لقب اختیار کر لیا تھا لیکن یہ لوگ در پردہ ملحد، زندیق، اور منافق
تھے، اور ان کے مذہب کی طرح ان کا نسب بھی صحیح نہ تھا، لیکن اموی اور عباسی دونون صحیح النسب اور
تمام خلفائے اسلام کی طرح مسلمان تھے، لیکن جب پیغمبر اسلام کے مذہب کی مخالفت، نفاق، بدعت، اور
بدکاری کی اشاعت ہوئی، تو مسلمانون پر ان کے دشمن ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، رومی عیسائیون نے
شام اور جزیرہ پر بار بار حملہ کیا، اور رفتہ رفتہ تمام شامی سرحدون پر قابض ہو گیے، یہان تک کہ چوتھی
صدی کے آخر مین ان لوگون نے بیت المقدس پر بھی قبضہ کر لیا، اس کے بعد ان لوگون نے دمشق کا
محاصرہ کر لیا اور کافر عیسائیون اور ملحد منافقون کے درمیان مسلمانون کی حالت نہایت ابتر ہو گئی، یہان
تک کہ سلطان نورالدین شہید نے جب اسلامی اوامر کی تعمیل کی اور دشمنون سے جہاد کیا تو اس حالت کی
اصلاح ہوئی، اس کے بعد اس نے سلاطین مصر کو عیسائیون کے مقابلہ مین انکی درخواست اعانت پر مدد
دی، اور بہت سی لڑائیون کے بعد مصر کو سلطان صلاح الدین یوسف بن شادی نے بنو عبید سے واپس
لیا اور وہان بنو عباس کا خطبہ پڑھا، اب مصر مین بھی اسلام کی شعاعین پرتو افگن ہوئین، حالانکہ وہ اس سے
پیشتر سو برس تک منافقین اور مرتدین کے قبضہ مین رہ چکا تھا، اس بنا پر رسول اللہ صلعم پر ایمان لانا
اور آپ کے مذہب کی حمایت مین جہاد کرنا دنیا و آخرت کی بھلائی، اور اس کے برعکس بدعت اور
آپکے مذہب کی مخالفت کرنا دنیا و آخرت کی برائی کا سبب ہوا، چنانچہ جب شام، مصر، اور جزیرہ
مین بدعت اور الحاد کی اشاعت ہوئی، تو خدا نے ان ملکون پر کفار کو غالب کر دیا، لیکن جب مسلمانون
نے ملاحدہ اور مبتدعین کو مغلوب کر لیا، تو خدا نے ان کو کفار پر غالب کر دیا، اور اس طرح خدا کا یہ فرمان

پورا ہوا،

يا ايها الذين آمنوا هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم تؤمنون بالله و رسوله وتجاهدون في سبيل الله باموالكم وانفسكم ذلكم خير لكم ان كنتم تعلمون يغفر لكم ذنوبكم ويدخلكم جنات تجري من تحتها الانهار ومساكن طيبة في جنات عدن ذلك الفوز العظيم ۔

مسلمانو! کیا مین تمکو ایسی تجارت کا راستہ بتاؤن جو تمھین دکھ دینے والے عذاب سے نجات دے، تم خدا اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ مین جان و مال سے جہاد کرو، اگر تم یقین رکھتے ہو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے، خدا تمھارے گناہون کو بخشدے گا اور تمکو ایسے باغون مین داخل کریگا، جس کے نیچے سے نہرین جاری ہونگی، اور جنات عدن کے پاکیزہ مکانات مین تمکو ٹھرائے گا اور یہ سب سے بڑی کامیابی ہے،

اسی طرح جبتک اہل مشرق اسلام پر قائم رہے، ترک، ہند اور چین کے کفار پر ان کو غلبہ حاصل رہا لیکن جب اُنھون نے بدعت الحاد اور فسق و فجور کا اظہار کیا تو خدا نے ان پر کفار کو مسلط کر دیا، خدا خود کہتا ہے،

وقضينا الى بني اسرائيل في الكتاب لتفسدن في الارض مرتين ولتعلن علوا كبيرا فاذا جاء وعد اولهما بعثنا عليكم عبادا لنا اولي باس شديد فجاسوا خلال الديار وكان وعدا مفعولا ثم رددنا لكم الكرة عليهم وامددناكم باموال وبنين وجعلناكم اكثر نفيرا ان احسنتم احسنتم لانفسكم وان اساتم فلها فاذا جاء وعد الآخرة ليسوءوا وجوهكم وليدخلوا المسجد كما دخلوه اول مرة وليتبروا ما علوا تتبيرا عسى ربكم ان يرحمكم وان عدتم عدنا وجعلنا جهنم للكافرين حصيرا ۔

اور ہم نے بنو اسرائیل سے اس کتاب مین صاف صاف کہدیا تھا کہ تم ضرور ملک مین دو دفعہ فساد اور بڑی زیادتیان کروگے تو جب ان فسادون مین پہلے فساد کا وقت آیا تو ہم نے تمھارے مقابلے مین اپنے ایسے بندے کھڑے کر دیئے جو بڑے طاقتور تھے، اور وہ تمھارے شہرون کے اندر پھیل گئے اور خدا کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا، پھر ہمنے تمکو دشمنون پر غلبہ دے کر دوبارہ تمھارے دن پھیرے اور مال و اولاد سے



تمھاری مدد کی اور تمکو بڑے جتھے والا بنا دیا، اگر اس وقت تمنے اچھے کام کیے تو اپنے ہی لیے اچھے کام کئے اور اگر برے کام کیے تو بھی اپنے لیے، پھر جب دوسرے فساد کا وقت آیا تو پھر ہمنے اپنے دوسرے بندون کو کھڑا کر دیا کہ تمھارے منھ بگاڑ دین اور جس طرح پہلی دفعہ مسجد یعنی بیت المقدس مین گھسے تھے اسی طرح پھر اس مین گھسین اور جس چیز پر قابو پائین توڑ پھوڑ کر اسکا ستیاناس کر دین اب بھی عجب نہین کہ تمھارا پروردگار تم پر رحم فرمائے، اگر تم پھر وہی پہلی سے شرارتین کروگے تو ہم پھر وہی کرین گے جو پہلے کیا تھا اور ہمنے کافرون کے لیے جہنم کا جیل خانہ تیار کر رکھا ہے،

بعض مشائخ کا قول ہے کہ "ہلاکو جس نے عراق مین خلیفہ کو مغلوب کیا اور بغداد مین لاکھون آدمیون کو قتل کر دیا وہ مسلمانون کے لیے ایسا ہی تھا جس طرح بنو اسرائیل کے لیے بخت نصر"

لیکن مسلمانون کے ممالک مین ان کفار کے گھسنے کا سبب الحاد، نفاق اور بدعات کی اشاعت تھی، یہان تک کہ رازی[1] نے ستارون اور بتون کی پرستش کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی تھی جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کتاب کو سلطان علاء الدین محمد بن تکش بن جلال الدین خوارزم شاہ کی ماں کے لیے لکھا تھا، یہ ایک بہت بڑا بادشاہ تھا، اور رازی کو اس کے دربار مین اس قدر رسوخ حاصل تھا کہ اس نے اس کیلئے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی، رازی نے اس کے لیے ایک اور کتاب تصنیف

[1] امام رازی مراد نہین،

کی تھی جسکا نام "الرسالۃ العلائیہ فی الاختیارات السماویہ" رکھا تھا، لیکن استخارہ کا یہ طریقہ گمراہ فرقون کا طریقہ ہے رسول اللہ صلعم نے ہمکو استخارہ کا جو طریقہ بتایا ہے اُس کو امام بخاری وغیرہ نے حضرت جابرؓ کی سند سے اس طرح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ہم تمام کامون مین استخارہ کا طریقہ اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی کسی سورہ کی تعلیم دیتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ جب تم مین کوئی شخص کسی کام کا قصد کرے تو فریضہ کے علاوہ دو رکعت نماز ادا کرکے کہے کہ "خداوندا! مین تیرے علم سے استخارہ کرتا ہون تیری قدرت سے قدرت حاصل کرتا ہون اور تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہون، خداوندا! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (اس وقت اس کام کا نام لے) میرے دین، معاش اور آخرت کی بہتری کا ہے تو اس کو میرے لیے مقدر اور آسان کردے پھر مجھ کو اس مین برکت دے، اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین معاش اور آخرت کے لیے بُرا ہے تو اس کو مجھ سے اور مجھے اس کو پھیر دے اور میرے لیے بھلائی کو جہان ہو مقدر کر دے" لیکن رازی نے اس بادشاہ کے لیے جو کتاب اختیارات کے نام سے لکھی ہے، اس مین استخارہ کا طریقہ شراب خواری وغیرہ کو بتایا ہے، اور لکھا ہے کہ زہرہ سے تقرب بدکاری، شراب نوشی اور نغمہ وسرود کے ذریعہ سے حاصل کیا جاتا ہے، غرض جب ارض مشرق مین اس قسم کے بادشاہ اور اس قسم کے عالم پیدا ہوئے تو خدا نے ان پر کافر ترکون کو مسلط کر دیا،

مقصد یہ ہے کہ خلافت بنو امیہ کا زوال اسی جعد معطل کے ذریعہ سے ہوا، انھی کی خلافت کے آخری دور مین خراسان مین جہم بن صفوان پیدا ہوا جس نے اُن جہمیہ و معطلہ کے عقائد کی اشاعت کی جو خدا کے صفات کا انکار کرتے تھے، ائمۂ مشرق اس کے اس عقیدہ کی حقیقت سے بہ نسبت علمائے حجاز، شام و عراق کے زیادہ واقف تھے، اس لیے عبد اللہ ابن مبارک وغیرہ علمائے مشرق نے بہ نسبت اور علماء کے جہمیہ کے بارے مین زیادہ لکھا ہے، لیکن باین ہمہ ہارون رشید کے انتقال کے بعد جب اس کا بیٹا مامون خلیفہ ہوا اور اس نے ان کے عقائد کو قبول کر لیا تو مشرق مین اس فرقہ کو قوت حاصل ہو گئی اور اس نے اس فرقے کے بہت سے لوگون کو جمع کرکے اپنے آخری عمر مین ان کے عقائد کی دعوت دی، اور طرطوس



سے اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کے نام بغداد مین ایک فرمان بھیجا جس مین لوگون کو اس عقیدہ کی دعوت دی کہ لوگ قرآن کو مخلوق کہین لیکن کسی شخص نے اسکی دعوت کو قبول نہین کیا اس کے بعد اُس نے دوسرا فرمان بھیجا کہ جو لوگ اس عقیدہ کو قبول نہین کرتے وہ گرفتار کرکے اس کے پاس بھیجدیے جائین،

اس تہدیدی حکم کی بنا پر اکثر لوگون نے اس عقیدہ کو تسلیم کر لیا صرف سات آدمی رہ گیے جو گرفتار کر لیے گیے گرفتاری کے بعد ان مین بھی پانچ اشخاص نے اس عقیدہ کو قبول کر لیا صرف دو بزرگون یعنی امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح نے اس عقیدہ کو تسلیم نہین کیا اور وہ گرفتار کرکے اُس کے پاس بھیجدیے گیے، لیکن ان کے پہنچنے سے پیشتر مامون کا انتقال ہو گیا، یہ ۲۱۸ھ کا واقعہ ہے اس کے بعد ۲۳۳ھ تک امام احمد بن حنبل قید رہے اور اُنھون نے مناظرہ کرکے اپنے مخالفین کی زبانین بند کر دین، ان لوگون کو جب نقض امن اور فتنہ و فساد کا خوف ہوا تو امام احمد بن حنبل کو جسمانی سزائین دیکر رہا کر دیا، اور جہمیہ کے مذہب کی اشاعت ہوئی، یہ لوگ تمام لوگون کو ابتلار و امتحان مین ڈالتے تھے، اس ابتلار و امتحان کی شدت سے مجبور ہو کر جو لوگ اس عقیدہ کو قبول کر لیتے تھے، اُن کو وظائف دیتے تھے، ورنہ اُن کا وظیفہ بند کر دیتے تھے، اور اُنکو ملکی عہدون سے معزول کر دیتے تھے، اور اُنکی شہادت نہین قبول کرتے تھے،

اس کے بعد واثق خلیفہ ہوا تو یہ سختیان اور بڑھ گئین لیکن متوکل کے زمانے مین ابتلار و امتحان کا یہ دور گذر گیا اور اب سنت کا ظہور ہوا،

جہمیہ معطلہ کے اس عقیدہ کی حقیقت بعینہ وہی ہے جسکی تلقین فرعون کرتا تھا، یعنی خدا کا انکار، اور اُس کے کلام اور اُس کے دین کا تعطل، چنانچہ فرعون خدا کا انکار کرتا تھا اور کہتا تھا،

ما علمت لکم من الٰہ غیری. اپنے سوا مین تمہارے کسی اور خدا کو نہین جانتا،

وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہتا تھا،

لئن اتخذت الٰہا غیری لاجعلنک اگر تم نے میرے سوا کوئی اور خدا بنایا تو مین تمکو قید

من المسجونین قید کردون گا،

وہ کہتا تھا،

انا ربکم الاعلیٰ، مین تمھارا سب سے بڑا خدا ہون،

اور اس بات کا انکار کرتا تھا کہ خدا نے موسیٰ سے کلام کیا یا یہ کہ آسمانون کے اوپر موسیٰ کا کوئی خدا ہے، اس سے اُسکا مقصد یہ تھا کہ خدا کی عبادت اور خدا کی اطاعت کو باطل کردے، اور خود معبود مطاع بن جائے غرض جب جہمیہ معطلہ کا قول فرعون کے قول کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو ان کے اس قول کا آخری نتیجہ خدا، خدا کی عبادت اور خدا کے کلام کے انکار کی صورت مین نکلتا ہے، یہان تک کہ جب ان لوگون نے ایک دوسرا قالب بدلا یعنی اہل حقیقت، اہل تصوف اور اہل توحید کی صورت مین ظاہر ہوے، تو صاف صاف کہنے لگے کہ "کل دنیا خدا ہے" "وجود صرف ایک ہی" "خدا خود بندہ ہے" "خدا، بندہ، اور خالق و مخلوق الگ الگ چیزین نہین"، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ انبیاء کی تنقیص اور فرعون کی مدح کرتے تھے، اور تمام مخلوقات اور تمام بتون کی پرستش کو جائز رکھتے تھے، تاہم یہ لوگ بتون کی پرستش کو پسند نہین کرتے تھے، اس لیے کہتے تھے کہ بتون کے پوجنے والے صرف خدا کی عبادت کرتے ہین، بلکہ خدا خود اپنی عبادت کرتا ہے، وہی معبود ہے، اور وہی وجود ہے" اس طرح ان لوگون نے خدا کا انکار کیا، اُس کے دین اور اس کے اوامر و نواہی کا ابطال کیا، اور پیغمبر جو کچھ لائے تھے، اور خدا نے موسیٰ سے جو گفتگو کی تھی اس کے منکر ہوگیے،

اس عقیدے نے ایک جماعت کو جسکو اس عقیدہ کے مناسب علم کلام، فلسفہ اور تصوف مین مہارت تھی، مثلاً ابن سبعین، صدر الدین قونوی، بلیانی، اور تلمسانی کو گمراہ کر دیا، ان مین تلمسانی سب سے زیادہ ماہر فن تھا اس لیے وہ عملاً اس مذہب کا اظہار کرتا تھا یعنی شراب پیتا تھا اور دوسرے ناجائز کام کرتا تھا،

جہمیہ کے اس عقیدہ نے تصوف اور **وحدت الوجود کا قالب** اختیار کرکے کفر و اسلام کی تمیز اٹھا دی تھی کہ صحابہ کے آخری زمانے مین قدریہ کے فرقے نے پیدا ہو کر رفتہ رفتہ ایک دوسرا سیاسی



خطرہ پیدا کر دیا جس سے تاتاریون نے اپنی غارت گری مین فائدہ اٹھایا، ان قدریہ مین دو گروہ ہوگیے ایک تو خود انسان کو اپنے افعال کا خالق تسلیم کرتا تھا، دوسرا گروہ بالکل جبر کا قائل تھا یعنی انسان کسی قسم کا اختیار نہین رکھتا، جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے، برائی اور بھلائی دونون کا خالق وہی ہے، پہلے فرقے کے لوگ مجوس سے مشابہت رکھتے ہین جو برائی اور بھلائی کے خالق کو یزدان اور اہرمن کی الگ الگ صورتون مین تسلیم کرتے ہین، دوسرے لوگ عقیدۂ مشرکین سے ملتے جلتے ہین، فرقۂ جہمیہ اسی جبر کا قائل تھا، اور انھی کے بدولت اسلام کو سخت سے سخت سیاسی اور ملکی نقصانات پہنچے کیونکہ یہ لوگ اُن مشرکین سے مشابہت رکھتے ہین جو خدا اور غیر خدا کی عبادت مین فرق نہین کرتے اور کہتے ہین کہ،

لوشاء الله ما اشرکنا الاٰیۃ، اگر خدا چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے،

ان لوگون کی توحید مشرکین کی توحید ہے یعنی یہ لوگ صرف توحید ربوبیت کے قائل ہین باقی توحید الٰہیت جو امر و نہی کو شامل ہے، اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا جس چیز کا حکم دیتا ہے اُسکو محبوب رکھتا ہے، اور جس چیز کی ممانعت کرتا ہے، وہ اُس کے نزدیک مبغوض ہوتی ہے، تو یہ لوگ اس کے منکر ہین، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ سب سے زیادہ اپنی خواہشون کے غلام اور معتزلہ سے زیادہ مشرک ہین، اس گروہ کے متکلمین اور اس گروہ کے صوفیہ کی آخری منزل بتون کی عبادت کا جواز ہے اور نیز یہ کہ عارف بذات خود نہ کسی چیز کو اچھا سمجھتا نہ برا، چنانچہ صاحب منازل السائرین نے اسکی تصریح کی ہے، اور بتون کی عبادت کا اعلان ان مین متاخرین نے کیا ہے، رازی نے اس موضوع پر ایک کتاب تصنیف کی ہے، اور ابن عربی اور ابن سبعین علانیہ اس کی تصریح کرتے ہین، غرض یہ لوگ یا تو کھلم کھلا مشرک ہین، یا در پردہ شرک کو چھپاتے ہین، یا منافق ہین، یہی وجہ ہے کہ جب مشرکین تاتار اور مشرکین اہل کتاب کا غلبہ ہوا تو اس گروہ کے علماء و صوفیہ مین نہایت کثرت سے لوگ مرتد ہو کر ان کے ساتھ ہوگیے، اور کہنے لگے کہ ہم "حقیقت کے ساتھ ہین" "ہم مشیت الٰہی کے ساتھ ہین" اور یہ استدلال پیش کیا کہ وہ شرک، ارتداد، مشرکین اور اہل کتاب کی موالات، اور مسلمانون کیساتھ

جہاد، پیغمبر کے حکم سے کرتے ہین، چنانچہ جب یہ ظاہر ہوا کہ مشرکین اور اہل کتاب کے ساتھ بہت سے ایسے مسلمان ہین جنکو رجال الغیب کہا جاتا ہے، اور ان سے اس قسم کی کرامات کا ظہور ہوتا ہے جنکی بنا پر انکو اولیاء اللہ کہہ سکتے ہین، تو ان کے متعلق اہل علم کے تین فرقے ہو گئے، ایک فرقہ تو ان کا منکر تھا لیکن جب ثقات کی عینی شہادت سے ان کا وجود ثابت ہو گیا تو یہ فرقہ بھی ان کا مطیع ہو گیا، دوسرا فرقہ ان کو دیکھ کر مسئلہ جبر کا قائل ہو گیا اور یہ عقیدہ قائم کر لیا کہ انبیا کے دکھائے ہوئے راستے کے علاوہ خدا تک پہنچنے کا ایک اور باطنی طریقہ بھی موجود ہے، تیسرے فرقے نے یہ گوارا نہین کیا کہ پیغمبر کے دائرے سے الگ ہو کر ان کو اولیاءاللہ تسلیم کرے، اس بنا پر اس نے یہ عقیدہ قائم کر لیا کہ پیغمبر ہی دونون فریق یعنی کافر و مسلم کی تائید کرتا ہے، تو یہ لوگ پیغمبر کی عظمت کو تو تسلیم کرتے ہین، لیکن اسکی شریعت سے ناواقف ہین، اور ان کے علاوہ اوپر کے دونون فرقے پیغمبر کے علاوہ دوسرے مذہب اور دوسرے طریقہ کا اتباع جائز سمجھتے ہین،

ان تینون اقوال کا ظہور دمشق مین اس وقت ہوا جب عکہ فتح کیا گیا، لیکن اس کے بعد یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ شیطانون کے اتباع ہین اور جنکو رجال غیب کہا جاتا ہے، وہ جن ہین، اور جو لوگ کفار کے ساتھ ہین وہ شیطان ہین، اور انسانون مین جو لوگ ان کی موافقت کر رہے ہین، وہ بھی اُنھی کی طرح شیطان ہین کیونکہ انسانون مین جو لوگ پیغمبرون کی مخالفت کرتے ہین وہ بھی شیطان ہی ہین، خدا خود فرماتا ہے،

وكذالك جعلنا لكل نبي عدوا شياطين الانس والجن يوحي بعضهم الى بعض زخرف القول غرورا،

اسی طرح ہمنے ہر پیغمبر کے دشمن بنائے، انسانون اور جنون کے شیاطین مین سے، ان مین ہر ایک دوسرے کی طرف فریب نمائشی قول کی وحی کرتا ہے،

اس گمراہی کا سبب صرف یہ تھا کہ خدا کے دوستون اور خدا کے دشمنون مین فرق نہین کیا گیا اور اس کی اصل جہمیہ کا وہ عقیدہ ہے جسکی بنا پر وہ مخلوقات کو یکسان سمجھتے ہین اور محبوب و مبغوض کا فرق اُٹھاتے ہین، اس کے بعد بہت سے واقعات پیش آئے جنکا بیان طوالت سے خالی نہین، خود قازان جب دمشق



مین اسلام لا کر آیا تو اور واقعات کا انکشاف ہوا اور معلوم ہوا کہ فرقہ یونسیہ[1] کے لوگ مرتد ہو کر کفار کے ساتھ ہو گئے تھے میرے پاس خود ان کے بعض شیوخ آئے اور انھون نے اپنے مرتد ہونے کا اقرار کیا اور بہت سے واقعات بیان کیے جب اس نے اپنی یہ دلیل بیان کی کہ اس نے خود پیغمبر کے حکم کی تعمیل کی ہے، تو مین نے اس سے کہا کہ بالفرض مسلمان مثلاً اہل بغداد نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی اور بغداد مین متعدد فاحشہ عورتین تھین جو علانیہ بدکاری کرواتی تھین، لیکن کفار مشرکین نے جو کچھ کیا وہ اس سے بدرجہا بدتر تھا، یہ عورتین تو باختیار خود بدکاری کرواتی تھین لیکن ان کفار نے کئی ہزار آزاد عورتون اور لونڈیون کو بجبر کافر بنایا، شرک، بت پرستی عیسائیت، اور صلیب کی عظمت کا اظہار کیا، یہان تک کہ مسلمان ان گناہون سے کئی گنا زیادہ گناہون کے مرتکب ہو کر مشرکین اور اہل کتاب کے درمیان مغلوب ہو گیے، تو کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم دیتے ہین؟ اور آپ اس پر راضی ہو سکتے ہین؟ اس نے کہا خدا کی قسم نہین؟ اور ان شیوخ کے نام بتائے جنکو مشرکین نے بجبر مرتد بنایا تھا،

اس کے علاوہ ایک اور شیخ کا بیان ہے کہ مشرکین کا بادشاہ ہلاکو جب بغداد مین داخل ہوا، تو مین نے ابن سکران کو دیکھا کہ وہ سر گھٹائے ہوئے، مشائخ صوفیہ کی صورت مین ہلاکو کا گھوڑا پکڑے ہوئے ہے، مجھکو یہ سخت ناگوار ہوا کہ مسلمانون کے مشائخ مین سے ایک شخص مشرکین کے بادشاہ کے گھوڑے کو اس لیے کھینچے ہوئے لیے جا رہا ہے کہ وہ مسلمانون کو قتل کرے،

شام مین ایک اور بزرگ جنکا نام شیخ عثمان تھا بعلبک مین دیر ناعس کے شیخ تھے، اور ان کے پاس عیسائیون کے جاسوس شیر پر سوار ہو کر آتے تھے، اور ان سے خلوت مین گفتگو کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ "اے شیخ عثمان مین نے تم کو عیسائیون کی سورون کی حفاظت پر مقرر کیا"، شیخ عثمان اور ان کے اتباع انکو معذور سمجھتے تھے، اور کہتے تھے کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے، جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو دیا تھا،

[1] یعنی یونس بن عبدالرحمان قمی کے پیرو جو شیعی مذہب رکھتا تھا،

بہرحال یہ مشائخ صوفیہ جو مسلمانون سے محبت رکھتے ہین، لیکن مشرکین کے ان شیوخ کی دوستی کا بھی دم بھرتے ہین جو کفار کے نقیب اور جاسوس ہین، وہ جبریہ جہمیہ کے مذہب کے متبع ہین، اور اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا جس چیز کا حکم دیتا ہے وہ اسکو محبوب نہین رکھتا اور جس چیز کی ممانعت کرتا ہے وہ اس کے نزدیک مبغوض نہین ہوتی، بلکہ خدا نے جس چیز کو بھی پیدا کیا وہ اسکو محبوب و پسندیدہ ہوتی ہے، اس لیے تمام چیزین انکے نزدیک یکسان ہین، صرف خارق عادت افعال ایک مابہ الامتیاز چیز ہین، اس لیے جس شخص سے ان افعال کا ظہور ہوتا ہے وہ اسکو ولی تسلیم کر لیتے ہین، اس کے بعد یا تو اسکے متبع بنجاتے ہین، یا اسکی موافقت اور محبت کرنے لگتے ہین، یا بالکل غیر جانبدار ہو جاتے ہین نہ اس سے محبت رکھتے نہ بغض[1]

---

علامہ ابو عبداللہ الابی کے نزدیک مسلمانون کے سیاسی زوال کا سبب صرف تفرق تشتت اور اختلاف ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ اگر وحی منقطع نہ ہو گئی ہوتی تو ہمارے بارے مین اس سے زیادہ آیتین اترتین جس قدر بنو اسرائیل کے بارے مین اتری ہین کیونکہ ہم مین اس سے زیادہ اختلافات پیدا ہو گئے ہین جس قدر بنو اسرائیل مین پیدا ہو گیے تھے اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانون کی قوتین خود ان کے مقابلے مین صرف ہونے لگین، وہ اپنے دشمنون کے مقابلے مین کمزور ہو گئے، جس قدر ان کا رقبۂ حکومت وسیع تھا جس قدر ان کے نسب مین اختلاف تھا، جس قدر انکی عادتین مختلف تھین اُسی نسبت سے ان مین بکثرت بادشاہ پیدا ہوتے گئے، اور ان بادشاہون نے رفتہ رفتہ خلافت پر قبضہ کر لیا اور وہ ان کے ہاتھون سے نکل گئی، اور انھون نے حکومت کا وہی طریقہ اختیار کر لیا جو ان سے پہلے کے لوگون نے اختیار کیا تھا یعنی ہوا و ہوس کا غلبہ ہو گیا اور تقوی اور پرہیزگاری کے علائم و آثار مٹ گئے،[2]

---

[1] ملخص از رسالۃ الفرقان[2] البستان فی ذکر الاولیاء والعلماء تلمسان صفحہ ۲۱۸،



ان مذہبی، نسبی اور اخلاقی اختلافات کے ساتھ خلافت کی بربادی کا سب سے بڑا سبب یہ ہوا کہ خلفائے راشدین کے بعد خلافت نے سلطنت کی شکل اختیار کر لی، اور اسلام کی وسیع جمہوریت نے ایک محدود شخصیت کا قالب اختیار کر لیا، اور درحقیقت تمام مذہبی، نسبی اور اخلاقی اختلافات نے اسی شخصیت کے ذریعہ سے قوت اور وسعت حاصل کر لی، چنانچہ ایک بار کسی فقیر نے علامہ مقری سے سوال کیا کہ مسلمان اپنے بادشاہون کے معاملے مین کیون اس قدر بدقسمت ہین؟ کیونکہ مسلمانون مین کوئی بادشاہ ایسا نہین ہوا جو انکو صحیح راستے پر چلاتا، اور انکو روشن راستے پر ڈالدیتا، بلکہ ان مین ایسے سلاطین گذرے ہین جو اپنے دنیوی مصالح پر فریفتہ تھے عقبیٰ و آخرت کو بھلا دیا تھا، مسلمانون کی حرمت، اور قول و قرار کی نگہبانی کا انکو خیال نہ تھا، تو انھون نے اس کا یہ جواب دیا کہ سلطنت ہماری شریعت مین نہین ہے، البتہ ہم سے پہلے جو قومین تھین ان مین یہ ایک شرعی چیز تھی، خداوند تعالیٰ بنو اسرائیل کی تعریف ان الفاظ مین کرتا ہے،

وجعلکم ملوکا — اور خدا نے تم کو بادشاہ بنایا،

لیکن اس نے اس امت کے متعلق اس قسم کے الفاظ نہین فرمائے، بلکہ ان کے لیے خلافت کا وعدہ کیا

وعد اللہ الذین آمنوا منکم — تم مین جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا خدا
وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض — نے ان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین کا
" " " " — خلیفہ بنائے گا،

بنو اسرائیل سے ان کے پیغمبر نے کہا کہ،

ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا — خدا نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے

حضرت سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا،

رب اغفرلی وھب لی ملکا — خداوندا میری مغفرت کر اور مجھکو ملک دے،

توخدانے اونکو بادشاہ بنایا، لیکن ہماری شریعت مین ہمارے لیے صرف خلفاء مقرر کئے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلعم کے خلیفہ تھے، اگرچہ آپ نے اونکو تصریحاً اپنا جانشین نہین بنایا تھا، لیکن لوگون نے اس کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا، اور بالاتفاق ان کو یہ خطاب دیا تھا، اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا، اور اس طرح سلطنت کے اس طریقہ سے جس مین باپ کا وارث بیٹا ہوتا ہے، الگ ہوکر اصول خلافت کی طرف رجوع کیا، جو انتخاب اور غور وفکر کا طریقہ ہے، اس کے بعد اہل شوری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانشینی پر اتفاق کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کو اپنے بیٹون سے نکال کر اہل شوری کے حوالے کر دیا تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو جائے کہ خلافت، سلطنت نہین ہے، ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ منتخب ہوئے کیونکہ ان کے مثل کوئی دوسرا نہ تھا، اس لئے جن لوگون نے حق کو اپنی خواہش نفسانی پر، اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی انھون نے انکی بیعت کی، ان کے بعد امام حسن رض کا بھی یہی حال رہا، لیکن امیر معاویہ پہلے شخص ہین جنھون نے خلافت کو سلطنت کے قالب مین، اور سختی کو نرمی کی شکل مین بدلکر خلافت کو ایک موروثی چیز بنا دیا، اب اس تبدیلی کے بعد تمھارا خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے، غرض جب یہ شریعت اپنی اصل وضع سے ہٹ گئی تو اس مین سلطنت کسی کے لیے بھی راس نہین آئی، کیا تم نہین دیکھتے؟ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے، بادشاہ نہ تھے، کیونکہ سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بیٹون کو چھوڑکر مسلمانون کے حق کو ترجیح دی، تو اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانون کو طریقۂ استقامت پر صرف خلیفہ نے چلایا ہے، باقی سلاطین تو ان کی عام حالت جیساکہ تم نے بیان کی بجز معدودے چند کے غیر پسندیدہ رہی[1]،

خلافت کے علاوہ مسلمانون کا سب سے بڑا رابطۂ اتحاد قرآن مجید تھا لیکن اس فرقہ بندی نے اس رشتۂ اتحاد کو بھی توڑ دیا، اور ہر فرقے نے قرآن مجید کی الگ الگ تفسیرین اور تاویلین شروع کر دین، جنکا مقصد قرآن مجید کی تائید نہ تھی بلکہ اپنے عقائد وخیالات کی حمایت مقصود تھی، چنانچہ علامہ مقری خلافت کی بربادی کے متعلق علامہ ابوعبداللہ الابلی کے مذکورہ بالا قول کو نقل کرکے فرماتے ہین کہ

"اس سلسلہ کی ایک نہایت مربوط کڑی تحریف بھی ہے، لیکن یہ تحریف الفاظ کی تبدیلی کے ذریعہ سے عمل مین نہین آئی، کیونکہ علماء کی جو مشہور اور متداول کتابین ہین ان مین بھی اس قسم کے رد وبدل کا امکان نہین ہے پھر آسمانی کتابون مین اس قسم کا تغیر کیونکر ممکن ہے؟ البتہ اس قسم کی تحریف تاویل کے ذریعہ سے جیساکہ حضرت ابن عباس رض وغیرہ کا قول ہے ہوگئی، تم خود دیکھتے ہو کہ تفسیر کی کتابون مین کس قدر اختلافات ہین، اور آیتون اور حدیثون مین کس قدر رکیک تاویلین کیگئی ہین، امام مالک سے پوچھا گیا کہ لوگون نے قرآن مجید کی تفسیر مین کیون اختلاف کیا؟ تو انھون نے جواب دیا کہ "لوگون نے اپنی رائے سے تفسیر کی اس لیے اُن مین اختلاف پیدا ہوگیا" لیکن اس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ "کون سا آسمان مجھپر سایہ کریگا؟ اور کون سی زمین میرا بوجھ اٹھائیگی؟ اگر مین کتاب اللہ کے متعلق اپنی رائے سے کوئی بات کہون" کیا نسبت ہے؟ حالانکہ ان مین بعض اقوال جادۂ اعتدال سے ہٹ گیے ہین، ان لوگون کے اختلافات کا قریب ترین محمل یہ ہو سکتا ہے کہ بعض لوگون نے جب آیت کے شان نزول کی تحقیق کرنی چاہی تو ان کو اس کا کوئی سبب، یا اس کا کوئی حکم یا ان دونون کے علاوہ اور کوئی چیز معلوم ہو گئی، لیکن دوسرے لوگون کو یہ چیزین متعین طور پر معلوم نہین ہو سکین اس لیے جب بحث وتحقیق کا سلسلہ دراز ہوا اور انکو اپنے عجز ودرماندگی کا گمان پیدا ہوا تو انھون نے آیت کی ایک ایسی تفسیر کی جس سے نفس کو اس کے سمجھنے کی ایک اطمینانی صورت حاصل ہو جائے، تاکہ وہ اس آیت کو ابہام مطلق کے دائرے سے نکال سکین، اس بنا پر انھون نے جو کچھ بیان کیا ہے، علی سبیل التمثیل بیان کیا ہے نہ کہ علی سبیل الیقین والتعیین، بلکہ آیتون کے بعض معنی ایسے ہین جنکی نسبت یہ معلوم نہین ہے کہ وہ عام یا خاص طور پر مراد لئے گئے ہین، البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ مراد ہون، اس لئے جو معنی ان لوگون نے بیان کیے ہین،

[1] البستان فی ذکر الاولیاء والعلماء بتلمسان صفحہ ۱۶۲۔

اگر بعینہ وہ معنی نہون جو آیت سے مراد لیے گئے ہین تو کم از کم وہ اس کے قریب قریب ہین، اور بعض معنے ایسے ہین جنکی نسبت یہ معلوم ہے کہ وہ عام وخاص دونون طریقے سے مراد لئے گئے ہین، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ صرف خاص طور پر مراد ہون، اس بنا پر یہ دونون معنی یعنی عام وخاص گڈمڈ ہو گئے، اور بالکل سچ تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر سخت مشکل کام ہے، اور اس کا تہیہ کرنا ایک قسم کی دلیری ہے، ایک بار حسن نے ابن سیرین سے کہا کہ "تم خواب کی تعبیر اس طرح بیان کرتے ہو گویا تم آل یعقوب سے ہو" انھون نے کہا کہ "تم قرآن مجید کی تفسیر اس طرح کرتے ہو گویا تم قرآن کے اترنے کے وقت موجود تھے" یہ بات روایۃً ثابت ہے کہ چند آیتون کے سوا رسول اللہ صلعم قرآن مجید کی تفسیر نہین کرتے تھے، یہی حال صحابہ کا بھی تھا اور ان کے بعد تابعین نے بھی یہی روش اختیار کی تھی، حضرت ابن عباسؓ کی طرف جو تفسیر منسوب ہے، اسکی صحت کے متعلق اہل تفسیر نے بحث کی ہے، اور اسباب نزول اور ناسخ ومنسوخ کی تعیین کی اجازت بغیر نقل صحیح اور دلیل صریح کے نہین ہے، اجازت صرف ان آیتون کے سمجھانے کی ہے جنکو اہل عرب فطرۃً لغت، اعراب اور اسلوب بلاغت وغیرہ کے ذریعہ سے سمجھتے ہین[1]؛

مذہب اور سیاست کے بعد گذشتہ زمانے مین مسلمانون کی ترقی کا ایک بڑا ذریعہ علم تھا، لیکن زوال خلافت کے بعد علم کو پولٹیکل مقاصد نے جس طرح برباد کیا اس کے متعلق علامہ ابلی نے جو رائے ظاہر کی ہے وہ موجودہ حالات پر ہر حیثیت سے منطبق ہے، چنانچہ علامہ مقری فرماتے ہین کہ "مین نے علامہ ابلی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ علم کو کثرت تصنیفات اور مدرسون کے قیام نے برباد کیا، مصنفین اور بانیان مدرسہ اگرچہ اس رائے کو پسند نہین کرینگے، لیکن واقعہ وہی ہے جو علامہ موصوف نے بیان کیا کیونکہ علمی ذخیرہ کے جمع کرنے کا اصلی ذریعہ علمی سفر تھا اور تصنیفات وتالیفات نے اس ذریعہ کو بالکل مٹا دیا سفر مین ایک شخص زر خطیر صرف کرتا تھا اور بعض اوقات اس کو بہت تھوڑا سا علم حاصل ہوتا تھا، اس لیے اس کو علم کی تلاش مین جس قدر مشقت کرنی

[1] البستان فی ذکر الاولیاء والعلماء بتلمسان صفحہ ۲۱۸، ۲۱۹،



پڑتی تھی اوسیقدر علم کی طرف اسکی توجہ ہوتی تھی، اس کے بعد یہ درجہ آیا کہ بہت بڑی جامع علم کتاب کو وہ تھوڑی سی قیمت پر خریدنے لگا، اور اس نے اس کتاب پر جس قدر کم قیمت صرف کی تھی اوسی کو اس کتاب کا بھی معیار قرار دیا، رفتہ رفتہ یہ حالت ہو گئی کہ اگلی کتاب کو پچھلی کتاب نے بھلا دیا، اور آہستہ آہستہ نوبت تمسخر انگیز درجہ تک پہنچ گئی، مدرسون کے قیام کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھون نے ان وظائف کے ذریعہ سے جو ان مین مقرر تھے طلبار کو اپنی طرف کھینچا، اور طلبار کو ان لوگون کی طرف متوجہ کیا جنکو اہل ریاست نے وظیفہ دینے یا تعلیم دینے کے لیے مقرر کیا تھا، یا انکو اپنی حکومت مین داخل کرنا پسند کیا تھا، اس طرح ان لوگون نے طلبار کا رخ ان لوگون کی طرف سے پھیر دیا، جو حقیقی طور پر صاحب علم تھے اور ان کو اس قسم کی ترغیبات نہین دیجا سکتی تھین اور اگر اس قسم کی ترغیبات دیجاتی تھین تو وہ اُن کو قبول نہین کرتے تھے، اور اگر قبول بھی کرتے تھے تو ان کے ذریعہ سے ان لوگون کا جو مقصد دوسرونکی ذات سے متعلق تھا اُس کو پورا نہین کرتے تھے[1]،

قدمار کی ان تمام تصریحات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانون نے ترقی کے ذرائع یعنی مذہب، سیاست اور علم کو جب تک کتاب وسنت کے موافق استعمال کیا برابر ترقی کرتے رہے، لیکن جس قدر اس صراط المستقیم سے دور ہوتے گئے، تنزل کرتے گئے، اور آج مسلمانون کی جو حالت ہے وہ اسی متعفن خمیر کا نتیجہ ہے،



[1] البستان فی ذکر الاولیاء والعلماء بتلمسان صفحہ ۲۱۶-۲۱۷،

# سِرِّ اکبر یا اُپ نشد

## (۲)

از

مولوی ابو الجلال صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

پیدائش عالم — اگرچہ تمام اُپ نشد باہم متفق الرائے نہیں مگر وحدت موجودات کے قائل سب ہین، پیدائش عالم کے متعلق اُپ نشدون کی عام رائے یہی ہے کہ وحدت کثرت ہوگئی ہے سنت اُسراُپ نشد کے مصنف کا بیان ہے کہ پیدائش عالم کے متعلق لوگون کا خیال مختلف ہے،

"بعضون کا خیال ہے دنیا خود بخود پیدا ہوتی ہے، خود بخود قائم رہتی اور خود بخود فنا ہو جاتی ہے، بعض کے نزدیک سبب پیدائش صرف عمل (کرم) ہے، بعض کا خیال ہے کہ ایک خالق عالم تو ضرور ہے مگر تمام چیزین اس سے بے ارادہ اور بے اختیار ظاہر ہو جاتی ہین بعض کے نزدیک خالق عالم عناصر ہین اور بعض کے نزدیک مشہور صفات ثلاثہ (ستوگن، رجوگن، اور توگن) کے اعتدال سے تمام چیزین وجود پذیر ہوئین، بعض کے نزدیک موجد عالم زمانہ ہے، بعضون کے نزدیک سبب پیدائش عالم ایک شخص ہے جسے ہرن گربھ کہتے ہین، بعض کے نزدیک مجموعی طور پر یہ تمام چیزین ملکر پیدائش عالم کا سبب ہین،

سنت اُسراُپ نشد کا مصنف کہتا ہے کہ یہ سب غلط ہے بلکہ

"۔۔۔ پیدائش عالم برہم است"



پیدائش عالم کے اسباب ایک برہم اور پچاس ۵۰ مایا ہین، ۵۰ مایا کی تفصیل حسب ذیل ہے، ۱۰ احس ۱۰ محسوس ۱۰ موکل حواس ۵ باد، دل، عقل، خاطر، انانیت اور ان کے ۴ موکل ۳ رَوگ ۳ حالات ثلاثہ کے ۳ موکل" یہ پچاس مایا جب برہم کے ساتھ ملتی ہین تو دنیا وجود پذیر ہو جاتی ہے،

ہرن گربھ براہمن یہ عقیدہ پیش کرتا ہے کہ دنیا مین ہرن گربھ کے علاوہ کچھ نہ تھا، یہ تمام چیزین جو ہم دیکھتے ہین ایسا تو نہین کہ قطعاً معدوم رہی ہون مگر بے نام، بے صورت، بے کیف، اور بے صفت ہرن گربھ کے اندر پوشیدہ تھین، ہرن گربھ نے صاحب دل ہونا چاہا، اور صاحب دل ہوکر خود پرستی کے لیے پانی پیدا کیا، پانی ہی سے تمام چیزین بتدریج ظہور پذیر ہوئین یہ خیال معتزلہ کے عقیدہ "عدم سفید" سے مشابہ معلوم ہوتا ہے،

اکثر براہمنون کا خیال ہے کہ خود ہست مطلق جو پہلے یگانہ اور واحد محض تھا متعدد ہو گیا ایک برہمن کا بیان ہے ہست مطلق اندا ہو کر آسمان زمین وغیرہ مختلف رنگون مین ظہور پذیر ہوا، اور ایک دوسرے برہمن کے خیال مین ہست مطلق کے نور ذات نے سب سے پہلے آگ پیدا کی، آگ سے پانی، پانی سے مٹی اور ہوا پیدا ہوئی، اور ہست مطلق جیو آتما ہو کر ان عناصر اربعہ مین کار فرما ہو گیا اس طرح دنیا وجود پذیر ہو گئی،

ان سب کے برخلاف نارائن اُپ نشد کا مصنف کہتا ہے،

نہ برہما تھا نہ بشن تھا نہ مہادیو تھا، نہ پانی تھا نہ آگ تھی، نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ ستارے تھے، نہ آفتاب تھا صرف یگانہ مطلق نارائن موجود تھا، وہ تنہائی کی وجہ سے بے چین تھا اس لیے خود اپنے ساتھ کھیلنا چاہا، لہذا اس نے خود اپنے اندر دھیان دینا شروع کیا، اور آپ ہی آپ باتین کرنے لگا، جس سے پرتو، چار بید، اور بیدون کے عمل رونما ہو گیے، اعمال سے ۲ امر د (حواس خمسہ، ہاتھ، پاؤن، زبان، عضو تناسل، دبر، دل، ابر کرت، اہنکار اور بران) اور ایک عورت (ابدیا) نمودار ہوئی پانچ حس اور پانچ عضو سے پانچ عنصر بسیط اور پانچ عنصر کثیف پیدا ہوئے، ان (۱+۱+۵+۵) ۲۵ اصل سے ایک پرش بنا جیو آتما ۲۶ وین اصل ہے، جو اس پرش کے اندر داخل

ہوئی اور زمانہ پیدا ہوگیا،

محض اس ایک شخص کے وجود سے کام نہین چلا تو نارائن نے دوسرے شخص کی پیدائش کے لیے پھر دھیان کیا اور نارائن کی پیشانی سے تین آنکھون والا ایک اور شخص پیدا ہوا جس کے ہاتھ مین ترشول تھا،

غرض اسی طرح بار بار دھیان کر کے نارائن نے پیدا کر لیا، عالم اور عالم مین جو کچھ ہے وہ نارائن سے باہر نہین، سارے موجودات نارائن کے اندر ہین، دنیا مین جو کچھ ہے سب کے سب دھیان کے کارنامے ہین،

خلاصہ یہ کہ زیادہ تر اپ نشدون اور برہمنون کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا مین جو کچھ ہے سب یگانۂ مطلق کے جلوے ہین :- اور اس یگانۂ مطلق کے دھیان یا تصور سے باہر عالم اور اشیائے عالم کا کوئی وجود نہین،

دیوتاؤن کی پوجا | ویدون کے اندر مختلف دیوتاؤن کا ذکر ہے، دارا شکوہ نے جن اُپ نشدون کا ترجمہ کیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام دیوتا خواہ مظاہر قدرت ہون، یا انکی مدبر روحین، سب کی پوجا جائز ہے، کیونکہ تمام مظاہر قدرت برہم اور اس کے جلوے ہین مگر بہترین عبادت معرفت نفس اور اپنے جیو آتما کے کمالات مین غور کرنا ہے کیونکہ تمام دیوی دیوتا اسی آتما کے جلوے ہین جو خود انسان کے اندر کار فرما ہے، اور خود برہم کی ذات جیو آتما سے الگ؛

قربانی | ویدون کے عہد مین ایک خاص عبادت اشومیدھیہ (قربانی اسپ) رائج تھی، برھمارشی ایک اُپ نشد کے مصنف نے اس کا مطلب بالکل بدل دیا، عام طور پر اس کا مطلب یہ تھا کہ خدا یا برہم کو خوش کرنے کے لیے گھوڑے کو ذبح کیا جائے مگر برھمارشی نے فرمایا،

"اشومید جگ مشہور چنین است کہ مردم ظاہر فہمیدہ اند کہ اسپے آوردہ قربان باید ساخت"

انھون نے ایک نہایت پیچدار تقریر فرما کر، سارے کرۂ عالم کو اشو (گھوڑا) قرار دیا، پھر ایک طویل گفتگو کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ یہ گھوڑا یعنی کائنات عالم کا پورا کرہ خود انسان ہے اور



مطلب ازین قربانی این ست کہ خود را ہمچنین اسپے تصور کردہ، ہمہ چیزہا را عین خود دانستہ خود را در آن آتما محو داند، این است اشومید جگ یعنی قربانی اسپ،

غرض برھمارشی اور ان کے ہم خیالون کے عہد تک اشومید جگ کا مطلب یہی قربانی سمجھا جاتا مگر ان لوگون نے اصل مطلب کو بالکل بدل دیا، اور اشومید جگ کا مطلب بھی صرف اپنے نفس کے اندر غور و فکر رہ گیا،

اگن ہوتر | ہندوؤن کی ایک خاص عبادت پنج اگن ترمعنی پانچ قسم کی آتش پرستی ہے، جس کا مطلب، سورج، چاند، آگ، بجلی، اور اکاش کو بھوگ (خوراک) دینا ہے، پہلے غالباً اگن ہوتر کا یہی مفہوم تھا، لیکن ایک برہمن کہتا ہے کہ اس سے مراد عناصر پرستی نہین، بلکہ اپنے اندرونی اجزا کی تقویت مراد ہے ان برہمنون کا عقیدہ تھا کہ سارے عالم کی ہستی، اسی انسانی برہم یوگ کے اندر محدود ہے اسی خیال کو مدنظر رکھکر ایک برہمن کہتا ہے کہ پنج اگن ہوتر کا مطلب یہ ہے :- کہ

۱- انسان جب پہلا لقمہ کھائے تو یہ خیال کرے کہ مین پران کو کھلاتا ہون پران سیر ہوگی تو آنکھ سیر ہوجائگی، آنکھ سیر ہوگی تو آفتاب سیر ہوگیا،

۲- دوسرے لقمہ کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ مین بیان باد کو کھلاتا ہون بیان باد کی سیری سے کان، اور کان کی سیری سے چاند، اور چاند کی سیری سے حیات عالم کو سیری حاصل ہوجائگی (ان برہمنون کے فلسفہ مین حیات عالم، چاند، اور سفواری سب کا دیوتا ایک ہے)

۳- تیسرے لقمہ کی نیت ایان کے لیے ہونی چاہیے ایان کی سیری سے زمین اور آگ کو سیری ہوگی

۴- چوتھا لقمہ اُٹھاتے وقت یہ نیت ہونی چاہیے کہ سمان کو سیر کرتا ہون، جسکی سیری سے دل اور دل کی سیری سے ابر اور ابر کی سیری سے بجلی کو سیری ہوگی،

۵- پانچوین لقمہ کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ مین اودیان باد کو کھلاتا ہون اسکی سیری سے ہوا اور ہوا کی سیری سے اکاش کو سیری ہوگی،

اس طریقہ اور نیت سے پوجن کرنے کا مطلب یہ ہی کہ انسان نے گویا تمام عناصر عالم اور تمام موجودات کی رکھشا کی،

ان اُپ نشدون اور برہمنون کو غور سے پڑھئے تو صاف معلوم ہوگا کہ جسطرح آجکل کے ہندو عناصر پرست ہین اسی طرح اُپ نشدون کے عہد تک بھی عناصر پرست تھے اُپ نشدون کے مصنفین، اس عناصر پرستی کے قائل نہ تھے، مگر وہ یکایک تمام دیرینہ خیالات کو نہین بدل سکتے تھے اس لئے انھون نے تمام عناصر قدرت، اور انکی مدبر روحون یا دیوتاؤن کو خود انسانی اوصاف کی مجرد مگر ایک گونہ مجسم اشکال قرار دیا، انسان کے جسم کو برہم پوری یعنی خدا کا شہر قرار دیا، اور بتایا کہ تمام دیوتا یہان تک کہ خود برہم اسی شہر خدا یعنی انسان کے دل و دماغ مین بستے ہین، اس لیے عناصر قدرت کے سامنے سر جھکانے سے بہتر یہ ہے کہ انسان خود اپنی ہستی اور اپنے کمالات پر غور کرے یہی بہترین اور سب سے بڑی عباد ت ہی،

# ہندوستانی سمپلی فائڈ،

HINDOOSTANI
SIMPLIFIED

اس کتاب مین بنگال ایک مشہور استاد پروفیسر ونیشن چندر دت صاحب ایم اے، ایم ار اے، ایس نے اردو زبان سیکھنے کے تمام اصول نہایت ہی وضاحت اور جدید ترین لسانی اصول کے مطابق بیان کیے ہین، ہر انگریزی دان محب اردو کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے، اردو نہ جاننے والے اصحاب اس سے بہت جلد اردو سیکھ سکتے ہین، اردو کے تمام اخبارات نے اسکو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے، مجلد ... ۲۰۰ صفحات قیمت صرف عہ

"منیجر"



# علامۂ شروانی،

از

جناب سید منظر علی صاحب وقار آبادی حیدرآباد دکن

**ولادت** صدر یار جنگ بہادر (نواب ..... مولوی محمد حبیب الرحمان خان شروانی)، خلف مولوی محمد تقی خان صاحب مرحوم، آپ کی ولادت بتاریخ ۲۰ شعبان المکرم ۱۲۸۳ھ وقت صبح بھیکن پور ضلع علی گڈہ مین ہوئی، جو اُن کے بزرگون کا مسکن ہے،

**خاندانی وقار** قبل ازین کہ ہم ادن کے حالات سے ان اوراق کو زنیت دین، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان مین ان کے خاندان کی آمد اور یہان کے مشاغل کا مختصر طور پر ذکر کر دین، ان کا خاندان شروانی پٹھان ہے، شروانی فارسی لفظ ہے جس کی خرابی پشتو مین سروانی کیگئی ہی غلزی، لودی، شروانی افغانستان کے تین مشہور قبیلے اور تین حقیقی بھائیون کی اولاد ہین، لودیون کے عہد سلطنت مین ان کے مورث اعلیٰ ہندوستان آئے، عمر خان شیروانی جو عہد سلطان سکندر لودی مین وزرائے سلطنت مین داخل تھے (تاریخ فرشتہ) انکی بہن اسلام خاتون حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی کی مرید نیک بیویون مین سے تھین (اقتباس الانوار) انھین عمر خان کے فرزند محمد خان سرکار کول (علی گڑھ) کے صوبہ دار تھے، انھون نے قلعۂ محمد گڑھ بنایا، جو مرہٹون کے زمانہ مین علی گڑھ کے نام سے مشہور ہوا، اور اسی نام سے یہ شہر عہد انگلشیہ مین ضلع علی گڈہ کا مستقر قرار پایا،

لودیون اور مغلون کے عہد مین شروانیون نے سلطنت کے اعلیٰ خدمات انجام دیئے تھے، معاصر تاریخین مثلاً واقعات بابری تاریخ فرشتہ اکبر نامہ انکی شاہد ہین واقعات بابری مین ہی کہ سلطان ابراہیم لودی کا ہمایون اعظم (سپہ سالار) شروانی

تھا، بابر جب کول سے اٹاوہ جا رہا تھا، سرراہ سکندرہ راؤ (ضلع علی گڑھ) مین راؤ خان شروانی نے مع لشکر کے بادشاہ کی دعوت کی تھی، اکبر بادشاہ نے خان جہان لودی کو شکست دے کر پیر محمد شروانی کو جونپور کا حاکم مقرر کیا تھا، شیرشاہ کا مورخ عباس خالد شروانی ہی، شیرشاہ کے واقعات اور بنگالہ مین سلیمان خان اور داؤد خان کے معرکون کے بعد قدرتی طور پر مغلون کی روش (پالسی) پٹھانون کے خلاف ہوگئی، اور سلطنت کے صیغون سے وہ خارج کردیئے گیے،

عہد اکبری و شاہجہان مین شروانی خاندان تحصیل اترولی ضلع علی گڈہ مین آکر آباد ہوا، جہان اب تک آباد ہے، اس خاندان کے جفاکش و ذی ہوش افراد نے قوت بازو سے زمینداری جائدادین حاصل کین، اور اب تک اُنکی اولاد اپنے وطن مین عزت کی زندگی بسر کر رہی ہے، خود مولوی حبیب الرحمان خان صاحب کی جائداد زمینداری اضلاع علی گڈہ، ایٹہ، اور بدایون مین واقع ہے عہد مغلیہ کے آخر مین علی گڑہ پر مرہٹون کا دور دورہ رہا، ۱۸۰۳ء مین لارڈ لیک نے مرہٹون کو شکست دیکر انگریزی اقتدار قائم کیا، اس طرح ہندوستان مین آکر خاندان شروانی کے تعلقات یکے بعد دیگرے چار سلطنتون سے اب تک رہ چکے ہین، جب سے انگریزی عملداری قائم ہوئی اور شروانی خاندان زیر حکومت آیا، اس خاندان کی وفاداری اس وقت تک مسلم رہی ہے، دربار مین نشست، ایکٹ اسلحہ سے استثنا، اسپیشل مجسٹریٹی ایسے امتیازات ہین جو شروانیون کو اس دور مین بھی حاصل رہے ہین، اور اُن سے مولوی صاحب نے بھی حصہ پایا ہے،

جس زمانہ کا ہم ذکر رہے ہین اس وقت شمالی ہند سے اسلامی تمدن کے دو زبردست اجزا دولت و حکومت مسلمانون کے ہاتھ سے جاچکے تھے، البتہ علم کے فیوض و برکات ہمارے زمانہ تک باقی تھے، ان اطراف مین بلکہ جہان کہین اسلامی آبادی پائی جاتی ہے، آپ کو آزاد تعلیم کے آثار ضرور نظر آئین گے، اس زمانہ مین جبری تعلیم پر زور دیا جاتا ہے، لیکن کبھی اسی اختیاری مگر



آزاد تعلیم کے باشندگان ملک دل سے شیدا تھے، آخر کوئی کشش تو تھی کہ دولت اور حکومت کے جانے کے بعد تک قدیم طرز تعلیم نے نہ صرف مسلمانون بلکہ ہندؤن کا ساتھ بھی نہ چھوڑا، ہم جب ان مسائل پر غور کرتے ہین تو اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہین کہ قدیم طرز تعلیم باشندگان ملک کے لیے اختیاری تھا، نصاب آسان تھا، اور وسائل تعلیم آسان تر، اس مین سے جو کچھ حاصل کیا جاتا تھا ضروری اور دیرپا ہوتا تھا، نصاب اصلاح طلب ضرور تھا، لیکن قدیم طرز تعلیم مین فضولیات کا نام بھی نہ ہوتا،

تعلیم | مولوی حبیب الرحمن خان صاحب نے بھی خاندان کے قدیم روایات کے اعتبار سے مکتبی تعلیم سے فیض پایا ہے، دستور کے موافق ان کے سامنے سب سے پہلے فارسی کتابین لائی گئین، جن کو انھون نے اپنی محنت اور اساتذہ کی توجہ کی بدولت مکتبی نصاب کی آخری کتاب تک ختم فرمالیا، فارسی نگاری کی مشق بھی انھون نے اسی زمانہ مین فرمائی، طریقہ یہ تھا کہ درسی کتاب کا ترجمہ بطور مسودہ فارسی مین کیا جاتا، اور اس پر اصلاح ہوتی، تھوڑے ہی عرصہ مین انھون نے اتنی قدرت حاصل فرمالی کہ جب منشی غلام غوث خان صاحب بیخبر مرحوم کو الہ آباد کے پتہ پر خط لکھا تو ان سے ملنے پر انھون نے دریافت فرمایا تھا کہ فارسی کی مشق کس سے کی؟ منشی صاحب نے خط کے جواب مین سرنامہ پر ایک شعر تحریر فرمایا وہ ان کو اب تک یاد ہے، شعر یہ ہے:-

برائے دوستی ہا ہر کہ بے منت قدم ساید
بہر گامے کہ بردارد، از و پاے زما چشمے

فارسی مین استعداد پیدا ہو جانے پر عربی کی ابتدائی، اور باقاعدہ طور پر درس نظامی کی تکمیل کیگئی، حضرت سید احمد کبیر قدس اللہ سرہٗ جو اپنی بزرگی کے باعث سید کبیر کے نام سے شہرت عام رکھتے ہین ان کے فرزندون مین سے ایک عالم نے انکی عربی تعلیم کی ابتدا فرمائی، اور اس طرح ہمارے گھرانے سے ان کا رشتہ تلمذ قائم ہوگیا، اس کے بعد ایک پنجابی عالم کا نمبر آیا، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ ان

کیساتھ جو محنت جناب مولنا عبدالغنی خانصاحب مرحوم نے فرمائی، اس نے گویا سنگ بنیاد کا کام دیا، کم و بیش تمام فارسی ادب اور ایک بڑی حد تک عربی تعلیم کے لیے وہ اپنے اساتذہ مین سب سے زیادہ مولانا مرحوم کے رہین منت ہین، ہمین ان کے اساتذہ مین جناب مولانا محمد لطف اللہ صاحب جناب شیخ حسین صاحب یمنی بھوپالی، جناب قاری عبدالرحمن صاحب محدث پانی پتی، جناب سید محمد شاہ صاحب محدث رامپوری، جناب قاری عبدالرحمن صاحب محدث الہ آبادی کے نام نظر آتے ہین جو اپنے وقت کے ممتاز علما مین شمار کیے جاتے تھے، اسی سلسلہ مین یہ لکھ دینا ضروری ہے کہ ان کو طریقہ نقشبندی مین حضرت مولسنا شاہ فضل الرحمن صاحب قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل ہے، کوئی کلام نہین کہ ان کی زندگی مین یہ شرف بڑی کامیابی اور سعادت ہے، انھون نے اپنے پیر و مرشد سے بھی ایک حدیث سنی جسکو حضرت نے شاہ عبدالعزیز صاحب سے سنا تھا، اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ان کے اساتذہ مین سے مولسنا محمد لطف اللہ صاحب مجلس العالیہ کے مفتی، اور مولنا عبدالغنی خان صاحب سٹی ہائی سکول حیدرآباد کے ہیڈ مولوی تھے اور دونون کے فیوض و برکات کے آثار ہنوز بلدہ حیدرآباد مین پائے جاتے ہین،

جس زمانہ مین مولوی حبیب الرحمن خانصاحب عربی صرف و نحو کی کتابون کو ختم کرکے ابتدائی منطق کا درس حاصل فرما رہے تھے، اس وقت اس امر کو محسوس کیا گیا کہ انگریزی تعلیم بھی ان کے لیے ضروری ہے، چنانچہ یہ فرض علی گڈھ کالج کے ایک سابق طالب علم حاجی عبدالرشید خانصاحب مرحوم کے سپرد ہوا، انگریزی مین حاجی صاحب ان کے سب سے پہلے معلم اور اتالیق تھے، مڈل تک کی خواندگی انھون نے گھر ہی پر ختم فرمائی، اس کے بعد تین سال کے لیے وہ آگرہ کالیجیٹ اسکول میں داخل کیے گئے؛ جہان انٹرنس تک انھون نے انگریزی نصاب کو پورا کیا، انھون نے نہ تو انٹرنس کا امتحان دیا اور نہ اس مین کامیابی حاصل فرمائی، لیکن اس دوران مین اور اس کے بعد اسکول سے باہر چار انگریز



استادون سے انگریزی ادب (لٹریچر) مین دستگاہ بہم پہنچاتے اور لکھنے کی مشق کرتے رہے، عربی تعلیم کا سلسلہ چونکہ برابر جاری تھا اس لیے انگریزی پر پورا وقت صرف کرسکے،

آپ کی تعلیم کا ذکر اس وقت تک ناتمام خیال کیا جاسکتا ہے، جب تک کہ ہم ان کی ورزش جسمانی کے باب مین کچھ نہ لکھین، مولوی حبیب الرحمن خانصاحب نے اس سلسلہ مین ڈنڑ، مگدر، لکڑی، بنوٹ، شہسواری اور تفنگ اندازی کی کافی تحصیل فرمائی، جس کا حاصل کرنا ایک افغان امیر زادہ کے لیے نہایت ضروری تھا، یہ ان کے والد ماجد مرحوم کے شوق کا پرتو تھا، انھون نے کرکٹ کھیلا مگر یہ کھیل ان کو نہ آیا۔

تعلیم ختم کرنے کے بعد ان کے مشاغل کے تین سلسلے رہے:- (۱) جائداد و زمینداری کا انتظام (۲) شروانی اسکول، اور (۳) مطالعہ و تحریر،

زمینداری کا کام انھون نے اپنے عم محترم مولوی محمد عبدالشکور خانصاحب مرحوم کی نگرانی مین سیکھا اور کیا، زمینداری کے کام مین جناب مرحوم کی قابلیت اطراف و اکناف مین مسلّم تھی، دنیا بدل رہی ہے، کرنے والے کجا جاننے والے بھی نہ رہین گے، اس لیے اس خاندان کے اتفاق کا ایک واقعہ بیان کرنا ہم اپنے لیے ضروری سمجھتے ہین، مولوی حبیب الرحمن خانصاحب کے والد ماجد کی عمر ستر برس کی اور چچا کی پچھتر برس کی ہوئی، تمام عمر یہ دونون بھائی اس اتفاق کے ساتھ رہے کہ ان کا اتفاق اس نواح مین مشہور و ضرب المثل ہے، پہلے مولوی صاحب کے والد نے انتقال فرمایا وہ چھوٹے تھے، ان کے انتقال سے قبل چچا کی چار اولادین وفات پا چکی تھین، لیکن انھون نے اپنی اولاد کی موت کو اس قدر محسوس نہین کیا، جس قدر چھوٹے بھائی کے مرنے کا غم کیا، والد کے انتقال کے بعد مولوی حبیب الرحمن خانصاحب چچا کے شریک رہے، اور انکی وفات کے بعد انکی اولاد کی ریاست کا سارا انتظام مولوی صاحب کے ہاتھ مین تھا، انھون نے انتظام درست فرمایا، ریاست کو ترقی دی، اور اسے قرضہ سے پاک فرما دیا، چند

سال کے بعد خاندان کے ایک فرد کو باضابطہ پنچ مقرر کرکے ۱۳۱۹ف مین ریاست تقسیم کر لی، یہ امر قابل اظہار ہے کہ شروانی قبیلہ کی اس شاخ مین سلف سے آج تک کبھی میراث کا مقدمہ عدالت مین نہین گیا، ہمیشہ باہمی مشاورت سے تقسیم کیجاتی رہی، اس کے بعد وہ اپنی زمینداری جائداد کا انتظام کرتے رہے، تاآنکہ حیدرآباد طلب فرمالیے گئے،

علمی و تعلیمی کارنامے

شروانی اسکول کا اہتمام و انتظام من حیث معتمد (سکریٹری) نو سال تک آپکے ہاتھ مین رہا، یہ اسکول آٹھوین جماعت یعنی مڈل تک علی گڈھ کے تعلیمی نمونہ پر قائم کیا گیا تھا، اس مین دارالاقامہ تھا، ڈیوٹی تھی، کھیل تھے، نصاب تعلیم مین آزادی تھی، اس لیے مشرقی و دینی تعلیم کا اضافہ کیا گیا تھا، خاندانی چندہ سے اس کے مصارف ادا ہوتے تھے، جس زمانہ مین وہ اس کام مین مشغول تھے انھون نے دوسرے قومی فرائض کو فراموش نہین فرمایا، اور ندوۃ العلماء، محمڈن کالج، کانفرنس وغیرہ سے بھی تعلق رکھا،

اون کے مطالعہ و تحریر سے متعلق کسی قدر ابتدائی واقعات کا ذکر کردینا ہم اپنے لیے ضروری خیال کرتے ہین، جب وہ اردو پڑھنے لگے تو ان کے والد مرحوم نے مرزا غالب کی اُردوے معلّٰی ایک نسخہ پڑھنے کی غرض سے ان کو مرحمت فرمایا، وہ اس کو بہت شوق سے دیکھا کرتے تھے، بہت سے مقامات اس وقت اون کی فہم سے بلند تھے، مگر جس قدر سمجھ لیتے تھے اس کا ذوق بقدر استعداد حاصل فرماتے تھے، جن لوگون کا ذکر اس مین آتا اُن کے حالات دریافت کرنے کا شوق اون کے دل مین پیدا ہوتا، بہت ابتدائی عمر مین اون کے والد ماجد نے اون کو یہ شعر یاد کرادیا تھا،

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی،

خدا سے پوچھیے شان محمدؐ

وہ دوسرے مصرع مین بھی پوچھو پڑھتے تھے، جب ٹوکے جاتے کہ پوچھیے، تو اون کی سمجھ



مین نہین آتا تھا کہ پوچھیے کیون؟ طبیعت مین خفیف سی کرید پیدا ہوجاتی تھی، لیکن اردوے معلّٰی کے مطالعہ سے نامعلوم طور پر ادبی ذوق پیدا ہوگیا، اس کے بعد ہی گلزار باغ شائع ہوا تو انھون نے رامپور سے اس کا ایک نسخہ منگا کر دیکھا، انکے چچا صاحب کاروباری طبیعت رکھتے تھے، اس لیے ظاہر ہے کہ اس مذاق کو کیون پسند کرتے ہونگے، اور چونکہ اون کی تعلیم بھی انھین کی نگرانی مین ہوئی، اس لیے کبھی کبھی اس ذوق پر زجر بھی فرمایا، لیکن طبیعت کی افتاد شوق انگیزی کرتی رہی،

رفتہ رفتہ جب وہ زمانہ آیا کہ وہ اپنی مرضی سے انتخاب کتب کرسکین تو انھون نے اپنے مطالعہ کے لیے عربی کی ان کتابون کو زیادہ پسند فرمایا جو متقدمین نے لکھی تھین، یعنی چوتھی پانچوین صدی ہجری تک کے مصنفین کی تصنیفات اون کے پسند خاطر تھین، لیکن ان سب سے زیادہ اون کو تلاوت قرآن مجید سے فائدہ ہوا جس سے بیّن طور پر انسان مین قوت حیات پیدا ہوجاتی ہے، فارسی کیلیے انھون نے عربی قدما کے انتخاب کے دستور کو برقرار نہین رکھا، اور متاخرین ایران کی سحر آفرینی سے وہ زیادہ اثر پذیر ہوئے، ان مین عرفی و طالب آملی زیادہ خوش نصیب ہین جن کے کلام کا انھون نے بغور مطالعہ فرمایا، اردو مین شعراے دہلی خصوصًا میرزا غالب اور میرزا داغ کا کلام ان کو زیادہ پسند تھا، اسی طرح آزاد دہلوی کی نثر کو وہ زیادہ پسند فرماتے تھے،

مضمون نویسی کا شوق جو گویا تالیف و تصنیف کا مقدمہ تھا، آدمی کو اپنے انگریزی استاد حاجی عبدالرشید خانصاحب مرحوم (علیگ) کی صحبت و تربیت سے حاصل ہوا، حاجی صاحب خود بھی اخبارات مین مضامین لکھا کرتے تھے، وہ اپنے شاگرد کی تحریرون پر سختی سے روک ٹوک کرتے تھے، اور اعتراض صفائی سے بتاتے ۱۳۱۰ھ کے قریب مولوی غلام محمد خان تپش کی ادارت مین لکھنؤ سے مشیر قیصر نامی ایک ہفتہ وار اخبار نکلتا تھا، اور اس زمانہ مین اون کے مضامین اخبار مذکور مین شائع ہوتے تھے، یہی زمانہ تھا کہ لسان العصر سید اکبر حسین صاحب مرحوم نے، جو اس زمانہ مین علی گڈہ کے منصف تھے،

بلنٹ کی کتاب فیوچر آف اسلام کا ترجمہ اردو مین شائع کیا، مولوی حبیب الرحمن خان صاحب نے
اس پر تبصرہ (ریویو) لکھا، غالباً یہ ان کا سب سے پہلا مضمون تھا، جو اخبار مین شائع ہوا، بعد کے زمانہ
مین انھون نے مختلف اخبارات مین مضامین لکھے، ان مین اودھ اخبار لکھنؤ، آزاد لکھنؤ، البشیر اٹاوہ، ہر [illegible]
گزٹ [illegible]، شستہ اخبار آگرہ، اکمل الاخبار دہلی، اور انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڈھ خاص طور پر قابل ذکر
ہندوستان کے رسائل مین سب سے پہلے انھون نے رسالہ حسن حیدرآباد کے لیے شاہ بابر پر مضمون
لکھا، اور اس کے انعام مین اشرفی پائی، یہ غالباً ۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲ء کا ذکر ہے، اس مضمون کا مواد [illegible]
زیادہ تر واقعات بابری سے اور کمتر تاریخ فرشتہ سے حاصل کیا تھا، واقعات بابری کا نسخہ آپ نے طالب علمی
کے زمانہ مین آگرہ کالج لائبریری کے قلمی نسخہ سے نقل کرایا تھا، اس موقع پر تقریباً ڈھائی مرتبہ (یعنی
دو مرتبہ بالاستیعاب اور ایک مرتبہ جستہ جستہ) پڑھ کر انھون نے یہ مضمون لکھا تھا، رسالہ حسن کے سوا دلگداز
لکھنؤ، مخزن لاہور، الندوہ لکھنؤ، معارف علی گڈھ، زمانہ کانپور، علی گڈھ میگزین علی گڈھ، خاتون علی گڈھ
اردوے معلی علی گڈھ، نظام المشائخ دہلی، معارف اعظم گڈھ، اردو اورنگ آباد مین ان کے مضامین
نظر سے گزرے ہین، اور ہمارا رسالہ اولڈ بواے بھی ان کی قلمی معاونت سے محروم نہین رہا ہے، ان
مضامین کی نوعیت مذہبی کمتر تھی، اور ادبی و تاریخی بیشتر، سیاسیات پر شاید کوئی مضمون لکھا ہو! سلسلہ
کلیات خسرو، کی ترتیب و تدوین عمل مین آئی تو مثنوی مجنون لیلےٰ کو ان نے ایڈٹ فرمایا، برائے نام
یا مصلحتاً الندوہ لکھنؤ کی اڈیٹری مین ان کا نام شریک رہا ہے، یا اب کانفرنس گزٹ علی گڈھ کے
اڈیٹر ہین، حقیقی اڈیٹری کسی رسالہ یا اخبار کی کبھی نہین کی،

مولوی صاحب کی تصنیفات و تالیفات سے چند رسالے بقامت کہتر و بقیمت بہتر کا مصداق
ہین، تذکرۂ بابر جس کا ہم ان اوراق مین ذکر کر چکے ہین، پہلے بطرز مضمون اور بعد کو بشکل رسالہ شائع ہوا،
اس کے بعد انھون نے ذکر حبیب اور ذکر جمیل کے نام سے میلاد مبارک کے لیے دو کتابین تحریر فرمائین، علاوہ



سلف ان کی تالیفات مین چوتھی، مگر اردو زبان کی درجہ اول کی کتابون کے ساتھ رکھنے کے قابل
ہے، اس کے لیے انھون نے سب سے پہلے مطالعہ فرمایا، اندازاً چار ہزار صفحے پڑھ کر دو سال مین مواد فراہم
کر کے یہ لکھا تھا، مولانا اشہری صاحب مرحوم اور نواب عماد الملک بہادر سے بکرات و مرات
اسکی تعریف سننے کا ہمین موقع ملا ہے، نابینا علماء ان کا ایک اور رسالہ ہے جس مین ان علماء کا ذکر
کیا گیا ہے جنھون نے حالت نابینائی مین علم سیکھا ہے، ناموری حاصل کی، سیرۃ الصدیق کو انھون نے ابتدءً
محمڈن کالج علی گڈھ کے سامنے بطور لکچر پڑھا تھا، بعد کی اشاعتون مین مضامین کا اضافہ ہوتا گیا
اور اب [illegible] تھی بار اشاعت کے لیے مزید اضافہ پیش نظر ہے، برق تجلی دراصل مثنوی مجنون لیلے امیر
خسرو کا مقدمہ تھا، بعد کو بشکل کتاب شائع ہوا، نقش وفا (حصۂ اول) ایک مختصر رسالہ ہے، لیکن
نسبتہً سب سے زیادہ اس کے اوراق پر زور غور و تحریر صرف ہوا ہے،

کہتے ہین انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے، اس لحاظ سے جب ہم مولوی حبیب الرحمن
خانصاحب پر نظر کرتے ہین تو اون کو پورا فائدہ حاصل کرتا ہوا پاتے ہین، اون کے علمی سلسلہ بیان
مین یہ کہنا غالباً فائدہ سے خالی نہ ہوگا، کہ لکھنے پڑھنے کے شوق کے ساتھ اون کو مشاہیر صلحاؤ علماء
سے ملنے کا ہمیشہ شوق رہا ہے، اس مین ہمین جس قدر معلوم ہو سکے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھون
نے ذیل کے مشاہیر مین سے بعض کو صرف ایک بار دیکھا، بعض کو متعدد بار اور بعض سے بارہا ملاقات
رہی، اہل معرفت مین سے انھون نے مولنا محمد علی صاحب مونگیری، مولانا عین القضاۃ صاحب
لکھنوی، احمد میان صاحب گنج مرادآبادی، مولوی عبد الکریم صاحب گنج مرادآبادی، مولنا
ابو الخیر صاحب دہلوی، شاہ ابو احمد صاحب بھوپالی، شاہ عبد العزیز صاحب شاہجہانپوری، شاہ
علی حسین صاحب کچھوچھوی، شاہ عبد اللطیف صاحب (ستہن) الہ آبادی، شاہ تجمل حسین صاحب
قاری، شاہجہانپوری، سید حبیب عبدروس صاحب حیدرآبادی، اور شاہ وارث حسین صاحب

چشتی کی زیارت فرمائی، علما مین مولوی محمد لطف اللہ صاحب علی گڈھی، مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری، مولوی عبد الغنی صاحب قائم گنجی، مولوی محمد نعیم صاحب فرنگی محلی، مولوی احمد حسن صاحب کانپوری، مصحح مثنوی شریف، مولوی سید محمد شاہ صاحب محدث رامپوری، قاری عبد الرحمن صاحب محدث پانی پتی، مولوی عالم علی صاحب محدث مراد آبادی، شیخ حسین صاحب محدث بھوپالی، مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی، مولوی عبد المقتدر صاحب بدایونی، مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی، مولوی محمد فاروق صاحب چریاکوٹی، مولوی شبلی صاحب نعمانی اعظم گڈھی، مولوی سید شبر علی صاحب حیدرآبادی، مولوی خیر المبین صاحب حیدرآبادی، مولوی انور شاہ صاحب محدث دیوبندی مولوی سید سلیمان اشرف صاحب پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ، مولوی سید ناصر حسین صاحب مجتہد لکھنوی، اور علامہ سید غلام حسین صاحب کنتوری کی صحبت سے فیوض و برکات حاصل فرمائے، حضرت علامہ کنتوری سے انتصار الاسلام کی تالیف کے زمانہ مین مراسلت بھی رہی،

شعرائے فارسی گو مین سے انھون نے مولوی عبد الغنی صاحب غنی (مسبوق الذکر) خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی، منشی غلام غوث خانصاحب بیخبر الہ آبادی، آغا سنجر طہرانی، نواب عبد العزیز خانصاحب عزیز بریلوی، مولوی شبلی صاحب شبلی (مسبوق الذکر) کی شیوا بیانیون کا لطف حاصل فرمایا ہے، اور شعرائے اردو مین سے میرزا داغ دہلوی، میر نفیس لکھنوی، میرزا اوج لکھنوی، میر مہدی مجروح دہلوی، خواجہ حالی پانی پتی، نواب محمد علی خان رنگی، حافظ جلیل حسن صاحب جلیل مانکپوری سید اکبر حسین صاحب اکبر الہ آبادی، ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال سیالکوٹی، اور مولوی اسمعیل صاحب میرٹھی کی نغز گوئی سے شادکام ہوئے ہین، مولوی صاحب خود بھی شاعر ہین، اور حسرت تخلص فرماتے ہین، شاعری مین اون کو حضرت امیر مینائی سے تلمذ حاصل ہے، کئی سال تک استاد سے مراسلت و اصلاح کا سلسلہ جاری رہا، لیکن شرف ملاقات حاصل نہ ہوگا، اپنے زمانہ کے نثر نگارون



مین سے اون کو سرسید احمد خان، نواب محسن الملک، منشی ذکاء اللہ صاحب، مولوی نذیر احمد صاحب جسٹس سید امیر علی صاحب، اور مولوی شبلی صاحب (مسبوق الذکر) سے بار بار ملنے کا اور تبادلۂ خیالات کا اکثر موقع حاصل ہوا ہے، سرسید کے قلمی رفقا مین سے وہ سب سے زیادہ نواب وقار الملک مرحوم کے معترف ہین، اسی سلسلہ مین بعض حکما کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے، حکیم محمود خانصاحب دہلوی حکیم عبد المجید خانصاحب دہلوی، حکیم محمد اعظم خانصاحب رامپوری، حکیم اصغر حسین صاحب فرخ آبادی، اور حکیم عبد العزیز صاحب لکھنوی سے آپ مل چکے ہین،

ان کے کتبخانہ مین تقریباً تمام مروجہ فنون کی مطبوعہ و قلمی، عربی فارسی، اور انگریزی کتابین موجود ہین، انگریزی کتابین البتہ بہت کم ہین، اس مجموعۂ کتب مین بعض نایاب بھی ہین، مثلاً مولانا عارفی کی مثنوی گوے و چوگان، میر علی ہروی کاتب کی تمام و کمال لکھی ہوئی، فتح گولکنڈہ کے وقت عالمگیر کے کتب خانہ مین داخل ہوئی تھی، صحیح بخاری کا ایک قلمی نسخہ جو فتح بیدر کے وقت ابراہیم عادل شاہ کے کتبخانہ مین ۹ شعبان ۱۰۲۹ھ کو داخل ہوا تھا، علامہ شبلی صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ فارسی کلام کا جیسا اچھا مجموعہ ان کے کتب خانہ واقع حبیب گنج مین ہے ریاست رامپور اور بانکی پور کے کتبخانون مین بھی نہین ہے، حبیب گنج کے متعلق کوئی خاص بات قابل تحریر نہین ہے، مولوی محمد تقی خانصاحب نے اپنے فرزند کے نام سے آباد کیا تھا، حبیب گنج مین، ایک پائین باغ ہے، ایک خوبصورت سی مسجد ہے، کتبخانہ ہے جنگل ہے اور جنگل کی ہوا، اور دیہاتی سادگی اور آزادی!

مولوی حبیب الرحمن خان صاحب نے ہوش سنبھالا تو علی گڈھ مین سرسید احمد خان بہادر کی تحریک کا چرچا دیکھا، جس مین خود اون کے خاندان کے کئی افراد شریک تھے، اُنکے عم معظم مولوی عبد الشکور خانصاحب مرحوم اس اصول کے ساتھ تحریک مذکور کے شریک تھے، کہ مذہبی پہلو سے اختلاف تھا، دنیوی اصول کی تائید، اختلاف و اتفاق کے یہ دونون پہلو علی الاعلان نمایان تھے، اختلاف

صاف تھا، اور تائید وفادارانہ، اس وفادارانہ سے ہماری غرض یہ ہے کہ جو طرز عمل اختیار کیا وہ آخر تک قائم رہا، کبھی ذاتی اغراض یا تغیرات کے شکار نہین ہوئے، اپنی زندگی کے آخر زمانہ (غالباً ۱۸۹۵ء) مین خود سرسید نے مولوی حبیب الرحمن خان صاحب سے فرمایا تھا، کہ سائنٹفک سوسائٹی کا چندہ عبد الشکور خانصاحب کے سوا سب کے یہان سے بند ہے، یہ سوسائٹی غالباً ۱۸۶۴ء مین قائم ہوئی تھی ۱۸۸۸ء کے اجلاس کانفرنس مین سرسید نے جناب موصوف کی متانت وتہذیب اور صداقت کی علانیہ توصیف فرمائی تھی، حالانکہ اسی سال انھون نے سرسید سے قانون ٹرسٹیان کے متعلق ازادی سے اختلاف کیا تھا،

بہرحال مولوی صاحب نے یہ سمان دیکھا، اور قدرتی طور پر ان معاملات سے دلچسپی پیدا ہوئی، بہت ابتدائی زمانہ مین ان کے بعض مضامین انسٹی ٹیوٹ گزٹ مین اس کے متعلق شائع ہوئے تھے، جن مین خیالات بالا کا اتباع کیا گیا تھا، لیکن اس زمانہ کی رواداریان ہمیشہ قابل یادگار رہین گی کہ ۱۸۹۶ء کے شروع مین باوجود اختلاف خیالات سرسید نے اپنے اختیار سے جو ٹرسٹی انتخاب فرمائے تھے ان مین سے ایک نام مولوی حبیب الرحمن خان صاحب کا بھی تھا، ان کو انکی حیات مین صرف ایک بار ٹرسٹیون کے اجلاس مین شرکت کا موقع ملا ہے، محسن الملک کی معتمدی (سکریٹری شپ) کے زمانہ مین وہ کمیٹی تعلیم دینیات اہل السنۃ والجماعت کے سکریٹری ہوئے، اس زمانہ مین کالج مین یہ خیال قائم ہوگیا تھا کہ دینیات کی حقیقی تعلیم ہونی چاہئے، سچ پوچھئے تو کالج مین ان کی کوششون کا یہی میدان رہا ہے، مسلم یونیورسٹی کی تحریک کے زمانہ مین وہ ایک کمشنری کی کمیٹی کے سکریٹری بنائے گئے تھے، اس کام سے متعلق انھون نے متعدد وفود مین شرکت فرمائی، ہمیشہ مین تقریرین کین، نقد چندہ دیا، اور درمے قدمے سخنے کی اس طرح تعمیل ہوئی، اب وہ مسلم یونیورسٹی کونسل کے ممبر ہین اور دینیات مذکور کی شاخ انتظامی کے رکن،



ال انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ممبر تو وہ ۱۸۹۰ء سے بھی پہلے ہوچکے تھے، لیکن اسکا سب سے پہلا سالانہ اجلاس (الہ آباد) مین دیکھا، اسی اجلاس مین پہلی پہل نواب محسن الملک کو حیدر آباد کے درباری لباس مین دیکھا تھا، اور اسی موقعہ پر حضرت بے خبر الہ آبادی سے نیاز حاصل ہوا تھا، ۱۹۱۷ء مین جب صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب انگلستان تشریف لے گیے تو وہ اس کانفرنس کے جائنٹ سکریٹری مقرر ہوئے، جب مسلم یونیورسٹی کے قواعد نافذ ہوئے اور کالج کے آنریری سکریٹری کا عہدہ حذف ہوگیا (جو کانفرنس کا سکریٹری بھی ہوتا تھا) تو وہ سالانہ اجلاس ۱۹۲۰ء واقع امراؤتی (برار) مین کانفرنس کے سکریٹری قرار پائے،

ان تحریکات کے سوا مولوی صاحب کو ندوۃ العلماء لکھنؤ، مسلم لیگ لکھنؤ، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، وقف کرنال، الہ آباد یونیورسٹی، یوپی ہسٹاریکل سوسائٹی، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد مسلم گرلز اسکول علی گڈہ، اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ، انجمن حمایت اسلام لاہور، طبیہ کالج دہلی، دار المصنفین اعظم گڈہ سے عملی تعلق رہا ہے، ۱۳۱۱ھ مین جب ندوۃ العلماء کا قیام عمل مین آیا، تو انھونے اس مین شرکت فرمائی، عرصہ تک اسکی مالی مجلس کے رکن رہے، اور مجلس انتظامیہ کے رکن تو اب بھی ہین علمائے سلف اور نابینا علماء اسی زمانہ کی یادگار ہین، مسلم لیگ کی تحریک مین شروع سے شریک تھے، جس سب کمیٹی نے قواعد مدون کئے اس مین بھی شریک تھے، اگرچہ متعدد مقامات مثل امرتسر بمبئی کراچی، وغیرہ کے سالانہ اجلاسون مین شریک ہوئے، اور اب بھی اسکی کونسل کے ممبر ہین، لیکن جب سے حالیہ روش قائم ہوئی، آپ کو مسلم لیگ مین شرکت کا اتفاق نہین ہوا، ایشیاٹک سوسائٹی کی رکنیت آپ کو ۱۹۰۲ء مین جسٹس سید امیر علی کی تحریک اور علامہ شبلی کی تائید سے ملی تھی، وقف کرنال کے ٹرسٹیون کی کمیٹی کے آپ سکریٹری ہین، اس ریاست کی سالانہ آمدنی چالیس ہزار روپیہ سے زیادہ ہے، جو مقدمہ مخالفین وقف کے مقابلہ مین ابتدائی عدالت سے پریوی کونسل تک لڑا گیا اسکی پیروی

مین بھی وہ شریک تھے، حیدرآباد تشریف لانے سے پہلے وہ الہ آباد یونیورسٹی کے فیلو اور اس کے بورڈ آف اسٹڈیز کے ممبر تھے، یہان آنے پر مستعفی ہو گیے، انجمن ترقی اردو کے موجودہ سکریٹری سے پہلے وہ ہی اس کے سکریٹری تھے، باقی مجالس سے اون کا تعلق من حیث رکن کے ہے، ایک زمانہ مین ارٹس سوسائٹی لندن کے فیلو بھی تھے، حیدرآباد دکن مین اکثر اون کا تعلق جن مجالس سے ہوا ان کا ذکر ہم عنقریب کرنے والے ہین،

**موجودہ مشاغل** نواب فضیلت جنگ کی وفات کے بعد اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کو اپنی سرکار عالی کے منصب جلیلہ صدالصدوری کے لیے کسی بالغ نظر عالم باعمل کی ضرورت تھی، بالآخر ۱۳۳۲ھ مین حضور کی نظر انتخاب مولوی حبیب الرحمن خان صاحب پر پڑی، اور جب حضور کی یاد فرمائی پر آپ حیدرآباد تشریف لے آئے تو ۳ امرداد ۱۳۲۴ف کو اس منصب جلیلہ پر پانچ سال کے لیے سرفراز فرمائے گئے، اور بعد ختم مدت ۱۲ ارتیر ۱۳۳۲ف کو دو سال کی مزید توسیع ہوئی، اس مدت کے ختم ہونے پر ایک سال کی توسیع مزید اوائل ۱۳۴۲ھ مین، بارگاہ خسروی سے قبل از قبل عطا فرمائی جا چکی ہے، اس عرصہ مین انھون نے جو اصلاحات صیغہ امور مذہبی مین فرمائی ہین ان کے بیان کرنے کا ہمارے لیے یہ موقع نہین ہے، البتہ یہ کہدینا ہم اپنے لیے ضروری خیال کرتے ہین کہ صدر الصدوری سے متعلق دو صیغے ہین (۱) صدارت العالیہ، اور (۲) امور مذہبی، صدارت العالیہ خالص اسلامی صیغہ ہے اور براہ راست اعلیحضرت کے ماتحت، تمام اہل خدمات عالیہ قاضی، محتسب، مفتی وغیرہ اس کے ماتحت ہین، انکی سندین اسی محکمہ سے جاری ہوتی ہین، یہی حال مشائخ وسجادہ نشین حضرات کا ہے کہ اسی صدارت سے وابستہ ہین، اہل خدمات شرعیہ کے نابالغون کی تربیت وتعلیم، نابالغون کی جاگیرون کا بند و بست اسی صیغہ سے متعلق ہے، امور مذہبی ایک عاملانہ صیغہ ہے، ممالک محروسہ سرکار عالی کا نظم ونسق اسی سے متعلق ہے، ادائگی خدمات کی نگرانی، جدید امکنہ مذہبی کی تعمیر وترمیم کا تعلق اسی امور



مذہبی سے ہے، مولوی صاحب نے ان دونون صیغون کی اصلاحات واجرائے کار مین اس توجہ سے کام لیا کہ بتقریب سالگرہ مبارک ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ کو پیشگاہ اقدس اعلی سے انکو صدر یار جنگ کا خطاب ملا،

نواب صدر یار جنگ بہادر جس وقت سے حیدرآباد تشریف لائے ہین، یہان کی علمی و ادبی جماعتون پر اون کی سیرت کا عمیق نقش قائم ہو گیا ہے، جو تحریکات ان کے حیدرآباد تشریف لانے سے پہلے موجود تھین، یا جو ان کے سامنے قائم ہوئین سب مین انھون نے عملی حصہ لے کر ان کے نشو ونما مین قابل قدر مدد دی ہے، ایک زمانہ مین نواب عماد الملک بہادر کے ذمہ جو ادبی فرائض سرکاری طور پر تھے وہ نواب صاحب موصوف کی پیرانہ سالی کے باعث کم و بیش ان ہی کے سپرد ہو گیے ہین، ابتداءً وہ جامعہ عثمانیہ کے معین المدبیر (وائس چانسلر) تھے، اب اسکی مجلس اعلی و مجلس نظار کے رکن ہین، اسی طرح جامعہ مذکور کی مجلس دینیات کے میر، کتبخانہ آصفیہ کی مجلس ذیلی کے صدر اور دائرۃ المعارف کے رکن ہین، ایک عرصہ تک مدرسہ نظامیہ کی مجلس کے صدر رہے، اور انجمن احترام اوراق متبرکہ کے تو اب بھی صدر ہین، حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کی مجلس انتظامی کو انکی صدارت اور انجمن اصلاح حالات اسلامیان کو انکی کنیت کا شرف وافتخار حاصل ہی،

۱۳۳۰ھ مین اجلاس شانزدہم ندوۃ العلماء واقع مدراس کے وہ صدر نشین منتخب ہوئے تھے، اور خطبہ صدارت بھی طبع ہو گیا تھا، لیکن بوجہ علالت اون کو اس مین شرکت کا موقع نہ مل سکا، البتہ اگلے سال جمادی الآخر ۱۳۳۱ھ مین سالانہ اجلاس واقع ناگپور کی انھون نے صدارت فرمائی، اسی طرح اگست ۱۹۱۳ء مین بمبئی پراونشل ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کے لیے پونہ مین اور ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ مین حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس چہارم کے بلدہ مین اون کا انتخاب عمل مین آیا، ان مواقع پر جو خطبات انھون نے ارشاد فرمائے ان کی خوبی کا تمام اہل نظر اعتراف فرماتے ہین؛

نواب صاحب کو خداوند عالم نے دو فرزند عطا فرمائے ہین، ان مین سے بڑے عبید الرحمن خانصاحب اون کی غیبت مین جائداد کا انتظام کر رہے ہین، اور چھوٹے مسعود الرحمن خانصاحب ابھی زیر تعلیم ہین،

# فریڈرک نٹشے

## کا

## فلسفۂ اخلاق،

از

مولوی سید مظفر الدین صاحب ندوی، بی اے، لیکچرر ڈھاکہ یونیورسٹی

مولوی سید مظفر الدین صاحب ندوی، دار العلوم ندوۃ العلماء کے ان چند فارغ التحصیل علماء مین سے ہین جنھون نے علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد انگریزی کی تعلیم حاصل کی، فلسفہ سے ان کو خاص ذوق ہے، نٹشے کے سوانح و فلسفہ کا انھون نے انگریزی سے ترجمہ کیا ہے، مگر انکی عربی علمیت سے توقع یہ ہے کہ وہ جدید خیالات کی ترجمانی کے وقت قدیم عربی تصنیفات سے تطبیق و مقابلہ کا فرض بھی انجام دینگے، نٹشے کے فلسفہ کی جدت کا تذکرہ کرتے ہوئے ہمارے یہان معتزلہ علم کلام مین حسن و قبح عقلی پر جو مباحث ہین، حجۃ اللہ البالغہ مین "ارتفاقات" کی جو بحث ہے ابن رشد نے کشف الادلہ مین "خیر و شر" پر جو کچھ لکھا ہے، وہ نٹشے کے فلسفہ کے بہت قریب ہے،

"معارف"

علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے مجدد یا ریفارمر کے لیے حسب ذیل شرطین لازمی قرار دی ہین[1]:-

[1] (مقالات شبلی ابن تیمیہ کے حالات زندگی مین)



۱- مذہب، علم، یا سیاست مین کوئی مفید انقلاب پیدا کرے،

۲- جو خیال اس کے دل مین آیا ہو کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو بلکہ اجتہادی ہو،

۳- جسمانی مصیبتین اٹھائی ہون، جان پر کھیلا ہو، سرفروشی کی ہو،

اگر مجدد کی مذکورہ بالا تعریف صحیح ہے، اور صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہین تو اس مین شبہہ نہین کہ ڈاکٹر فریڈرک نٹشے دنیائے اخلاقیات کا ایک بہت بڑا مجدد اور ریفارمر تھا، اس نے مروجہ اخلاقیت کی دھجیان اڑائین، اور مسیحیت کے پرزے پرزے کر دیئے اور انکی جگہ ایک بہتر فلسفۂ اخلاق دنیا کے سامنے پیش کیا، اس کے نظریئے تمامتر اجتہادی تھے، تقلیدی نہین، اور نہ اس نے کسی کی تقلید کی اور نہ وہ کسی کو قابلِ تقلید سمجھتا تھا، اُسے اس راہ مین جسمانی، روحانی، دماغی اور ہر قسم کی مصیبتین جھیلنی پڑین اور اسی مین اس نے جان دیدی؛

نٹشے کی تعلیمات کی وجہ سے دنیا مین تہلکہ پڑ گیا اور سارا یورپ اس کا دشمن ہو گیا، ہر طرف سے اس پر حملے ہوئے، اور مظالم ڈھائے گیے، وہ کد و کاوش کر کے کتاب لکھتا لیکن کوئی مطبع اس کے چھاپنے پر راضی نہ ہوتا، اگر مشکل سے کوئی کتاب طبع ہوئی تو خریدار اور پڑھنے والا نہین ملتا تھا، وہ اپنی تصانیف کو ہدیۃً پیش کرتا مگر کوئی قبول نہین کرتا تھا یورپ اس کو پاگل اور مخبوط الحواس کے نام سے پکارتا تھا،

نٹشے کی زندگی مجسمۂ حسرت و یاس تھی، نہ کوئی دوست تھا نہ ہمنشین، نہ کوئی مونس تھا نہ غمگسار، جان توڑ کوشش پر بھی اُسے رفیقۂ زندگی ہاتھ نہ آئی، بایں ہمہ وہ خوش تھا کہ میری زندگی بنی نوع انسان کے کام آئی اور مین نے ان کے سامنے ایک ایسی چیز پیش کر دی جو دنیا کے لیے نعمت عظمیٰ اور رحمت کبریٰ ہے؛

نٹشے نے جو انقلاب پیدا کیا وہ مفید ہے، یا مضر، اس کا جواب مستقبل دیگا، لیکن اس امر سے انکار نہین ہو سکتا کہ اس کے بعض اصول نہایت معقول ہین، ڈاکٹر سر اقبال جن سے بڑھکر حقیقت کی ترجمانی اور کون کر سکتا ہے، نٹشے کے متعلق پیام مشرق مین فرماتے ہین:-

| | |
|---|---|
| اگر نو اخواہی زنیشِ اُو گیریز | در نئے کلکش غیر یو تندر است |
| نیشتر اندر دلِ مغرب فشرد | دستش از خونِ چلیپا احمر است |
| آنکہ بر طرحِ حرم تبخانہ ساخت | قلب او مومن دماغش کافر است |
| خویش را در نارِ آن نمرود سوز | زانکہ بستانِ خلیل از آذر است |

**نٹشے اور اخلاق**

نٹشے سنجیدہ و متفکر واقع ہوا تھا، غور و فکر گویا اس کا مایہ خمیر تھا، وہ جنگل یا میدان مین نکلجا[تا] اور اپنے خیالات مین غوطہ لگاتا رہتا، اور پھر روزنامچہ مین ان خیالات کو درج کر لیتا، اسکی تمام تالیف[ات و] تصنیفات درحقیقت ان ہی درج شدہ خیالات کی شرحین ہین، بعض روزنامچے اب تک محفوظ ہین جن[سے] نٹشے کے خیالات کی تدریجی رفتار پر روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح اور کس حالت مین و[ہ] اور دن سے مختلف الرائے ہوتا گیا، اس کی کتابون اور روزنامچون کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے ک[ہ] اس کے دل مین پہلی کھٹک جو پیدا ہوئی وہ اچھے برے کی تمیز، نیک و بد کا فرق اور خیر و شر کا امتیاز تھا، بالفاظ دیگر سب سے پہلے جس مسئلہ نے اسکی عنانِ توجہ اپنی طرف منعطف کی وہ اخلاق کا مسئلہ تھا چنانچہ و[ہ] اپنی کتاب "جینالوجی آف مورلس" مین (جسکا موضوع بحث یہ ہے کہ انسان نے اوّل اوّل کن حالات مین "خیر و شر" اور "نیک و بد" کی تمیز کی اور بذات خود ان کی قیمت کیا ہے) ایک جگہ لکھتا ہے،

"تیرہ برس کی عمر مین مرے ذہن مین یہ خیال پیدا ہوا کہ آخر "شر" کی اصل کیا ہے اور اس کا موجد کون ہے، اور نہایت غور و فکر کے بعد اس سوال کو مین نے یون حل کیا کہ "خدا" "شر" کا بانی ہے، جب مین نے تاریخ، لسانیات اور نفسیات کا مطالعہ شروع کیا تو قدرۃً یہ سوال پیدا ہوا کہ کونسی ضرورت خیر و شر ک[ے] مابین امتیاز و تفریق کرنے کی داعی ہوئی؟ اور یہ امتیاز و تفریق کہان تک صحیح ہے؟"

نٹشے نے نہایت شد و مد کے ساتھ اعلان کیا کہ اخلاقیت کا جو مفہوم لیا گیا ہے وہ مہمل ہے اور اخلاق کا جو معیار قائم کیا گیا ہے وہ مغالطہ ہے اور "خیر و شر" "نیک و بد" کے جو معنی لیے گیے ہین وہ سراس[ر]



غلط ہین، اُسکا خیال تھا کہ اخلاقیت کی کوئی جامع و مانع تعریف کرنا مشکل ہی نہین بلکہ محال ہے اور اس لیے اخلاق کا کوئی ایسا معیار قائم نہین کیا جا سکتا جو تمام افراد انسانی کے لیے یکسان طور پر موزون ہو، نٹشے کے قول کے مطابق "خیر و شر" "نیکی بدی" اور "حسن و قبیح" کوئی مطلق معنی نہین رکھتے بلکہ یہ نسبتی اور اضافی الفاظ ہین جنکے معنی موقع و محل کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہین، یعنی دنیا کی کوئی شے ایسی نہین اور انسان کا کوئی فعل ایسا نہین جو بذات خود اچھا یا برا ہو، اچھائی یا برائی صرف تعبیری اوصاف ہین جو صورت حالات کے بدلنے سے بدل جاتے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے افعال ایسے ہین جو ایک زمانے مین معیوب خیال کئے جاتے تھے اور آج مستحسن خیال کیے جاتے ہین اور اسی طرح آجکل کے بہت سے اچھے افعال پہلے بُرے سمجھے جاتے تھے، مثلاً قدیم زمانہ مین پیشیر رحمت دیوی "ایرس" کے صفات حمیدہ مین "حسد" کو بھی محسوب کیا جاتا تھا، حالانکہ موجودہ دنیا "حسد" کو بہ نظر حقارت دیکھتی ہے، یونانی "اُمید" کو نابینا اور غدار سمجھتے تھے حالانکہ ساری دنیا "اُمید" ہی پر قائم ہے، یہودی "غیظ و غضب" کو مقدس وصف سے تعبیر کرتے تھے، اور آج سب لوگ "غیظ و غضب" کو خطرناک قرار دیتے ہین،

اسی سلسلہ مین ایک تازہ ترین واقعہ کا بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، ۲۷ر اگست ۱۹۲۴ء کو بنگال کونسل کا ایک مہتم بالشان اجلاس منعقد ہوا، آخر کار قوم پرست جماعت نے حکومت پرست حضرات کو شکست فاش دی اور کم از کم عارضی طور پر اصلاحات جدید کا طبقہ اُلٹ گیا اور صیغہ وزارت درہم برہم ہو گیا، کونسل مین جب اس فیصلہ کا اعلان کیا گیا تو ایک گوشہ سے صدائے آفرین بلند ہوئی اور دوسرے گوشہ سے آوازۂ نفرین، ہال کا ایک حصہ نغمہائے مسرت سے اور دوسرا حصہ نالہائے ماتم سے گونج اٹھا اب سوال یہ ہے کہ اگر انسانی افعال بذات خود اچھے یا بُرے ہین تو پھر ایک ہی فعل پر دو طرح کی صدائین کیون بلند ہوئین؟

نٹشے "خیر و شر" کے نسبتی و اضافی الفاظ ہونے پر بیحد زور دیتا ہے اور کہتا ہے کہ انسانی دنیا سے

قطع نظر حیوانات بھی ایک ہی فعل کو مختلف نگاہون سے دیکھتے ہین، شیر بکری کو کھا لیتا ہے اور وہ اس فعل کو صحیح
سمجھتا ہے لیکن کوئی بکری کے دل سے پوچھے تو وہ یہی کہیگی کہ یہ فعل نہایت برا ہے،

**اخلاقیت کی دو قسمین**

نٹشے نے متذکرۂ بالا قباحت کو مد نظر رکھتے ہوئے دعویٰ کیا کہ بنی نوع انسان دو طبقون مین منقسم ہین، ایک حکمرانون (خواص) کا طبقہ اور دوسرا محکومون (عوام) کا طبقہ، اور چونکہ ان دونون کے طرزِ معاش اور ضروریاتِ زندگی مین زمین و آسمان کا فرق ہے اس لیے اخلاقیت کی بھی دو قسمین ہین، ایک حکمرانون (خواص) کی اخلاقیت اور دوسری محکومون (عوام) کی اخلاقیت، اگرچہ اخلاقیت کی یہ دونون قسمین ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مخلوط ہین کہ اُن کے درمیان امتیاز کرنا سخت مشکل ہے تاہم اس امر سے انکار نہین ہو سکتا کہ فی الحقیقت یہ دونون ایک دوسرے سے مختلف ہین اور اس لئے ان کے معیار بھی جداگانہ ہین، پہلی اخلاقیت کی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان کو زور اور قوت حاصل کرنا چاہئے اور دوسری اخلاقیت کا منشا یہ ہے کہ زندگی گذار دینی چاہیے، پہلے کا معیار "تنازع للقوۃ" ہے اور دوسرے کا معیار "تنازع للبقا" ہے یعنی حکمرانون کے واسطے ہر وہ فعل جس سے قوت اور زور حاصل ہو مستحسن ہے اور ہر وہ فعل جس سے ضعف و کمزوری پیدا ہو قبیح ہے، اور محکومون کے واسطے ہر وہ فعل جس سے زندگی بسر کرنے مین سہولت و آسانی ہو اچھا ہے، اور ہر وہ فعل جس سے زندگی دوبھر ہو جائے برا ہے، حکمرانون کی اخلاقیت کی رو سے "خیر" کے معنی شرافت، "نیک" کے معنی شریف، "شر" کے معنی رذالت اور "بد" کے معنی رذیل کے ہین، محکومون کی اخلاقیت کی رو سے "خیر" کے معنی فائدہ، "نیک" کے معنی مفید، "شر" کے معنی ضرر اور "بد" کے معنی مضر کے ہین، پہلی اخلاقیت کے نقطۂ نظر سے بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ ذی اقتدار ہو، بلند ہمت ہو اور اعلیٰ دماغ ہو، دوسری اخلاقیت کے نقطۂ نگاہ سے بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ سادہ لوح ہو، بے ضرر ہو اور سلیم الطبع ہو

**تقسیم اخلاقیت کے وجوہات**

نٹشے کا فلسفۂ اخلاق ایک حد تک مشہور شاعر تھیوگنس[1] کی تعلیمات سے ماخوذ ہے،

---

[1] تھیوگنس (Theognis) یونان کا ایک مشہور شاعر اور معلم اخلاق تھا، عہد سکندری کے قبل یونانی شعراء کا جو کلام مجموعہ کی صورت مین باقی رہ گیا ہے اس کا بیشتر حصہ اسی کا ہے، [illegible] چھٹی صدی [illegible] مین یونان کے جمہوریت پسندون نے جو بغاوت و شورش برپا کی تھی اس کے خلاف شاعر مذکور نے نمایان حصہ لیا، وہ شخصیت پسند تھا، اس نے ہر جگہ اپنے کلام مین شخصیت کو خیر و سعادت اور جمہوریت کو شر و شقاوت سے تعبیر کیا اور [illegible] باشندگان یونان کو [illegible] جمہوریت مین حصہ لینے سے باز رکھنے کی کوشش کی،



اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نٹشے نے شاعر مذکور کی تعلیمات پر ۱۸۶۷ء مین ایک مضمون لکھا اور اس سلسلہ مین اُسے اس کی اکثر کتابون کا مطالعہ کرنا پڑا، شاعر مذکور کا خیال تھا کہ "شخصیت" دنیا کی بہترین نعمت ہے، اور "جمہوریت" دنیا کی بدترین مصیبت ہے، چنانچہ اس نے اپنی تمام تصنیفات مین "خیر" کو "شخصیت" اور "شر" کو جمہوریت کے معنون مین استعمال کیا ہے، یہ خیال نٹشے کے دل و دماغ پر اثر کیے بغیر نہ رہا، رفتہ رفتہ اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ ایک طرح کی اخلاقیت تمام افراد انسانی کے لیے موزون نہین ہو سکتی، طبائع انسانی کا اختلاف "تقسیم اخلاقیت" کو مستلزم ہے،

نٹشے اپنے دعوی کے اثبات مین متعدد دلائل پیش کرتا ہے، جنکا خلاصہ یہ ہے:-

(۱) اعلیٰ درجہ کی تہذیب و تمدن کا آغاز اس وقت تک ناممکن ہے جب تک دو صنف کے انسان نہ ہون، کچھ کام کرنے والے، کچھ آرام لینے والے، بہ الفاظ دیگر بعض جبریہ کام کرنے والے اور بعض اختیاری کام کرنے والے، تہذیب و تمدن کے لیے حاکم و محکوم، مالک و غلام، خواص و عوام دونون کا وجود لازمی ہے،

(۲) اگر سابق اقوامِ عالم کے معاشری اور اخلاقی حالات پر نظر غائر ڈالی جائے تو صاف پتہ چلے گا کہ ہر ملک اور ہر زمانہ مین خواص کا طبقہ عوام کے طبقہ سے ممتاز رہا اور ان دونون کے اوضاع و اطوار اور عادات و خصوصیات مین بعد المشرقین رہا اور اس لیے ان دونون کے اخلاق کی نوعیت بھی جداگانہ رہی، خواص کا طبقہ جاہ و جلال اور رتبہ و اقتدار کو اپنا مرجع کمال سمجھتا تھا اور عوام کا طبقہ تواضع و خاکساری اور رحم و ہمدردی کو اپنا کعبۂ مقصود قرار دیتا تھا،

۳- دنیا کی مختلف زبانون کی چھان بین کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جہان کہین اعلیٰ قسم کی اخلاقیت مروج تھی، "نیک" کے معنی شریف و بہادر کے آتے تھے اور "بد" کے معنی رذیل اور بزدل کے آتے تھے، مثلاً یونانی زبان مین "ایاوس" (جو انگریزی لفظ "گڈ" Good کے مرادف ہے) کے معنی بہادر، ہنرمند اور لائق کے ہین، اور "کگوس" (جو انگریزی لفظ "بیڈ" Bad کے مرادف ہے)، کے معنی ذلیل، بازاری

اور بزدل کے ہین، لاطینی زبان مین "بونس" (یعنی "گڈ") کے معنی بہادر اور "بلس" (یعنی "بیڈ") کے معنی سپا...
آتے ہین، گیلک زبان (اسکاٹلینڈ کی ایک زبان کا نام ہے) مین "فن" (یعنی "گڈ") کے معنی پہلے خوبصورت
بال والے کے آتے تھے اور اب شریف کے آتے ہین، جرمن زبان مین "شلکٹ" جو سادہ لوح کے معنی
مین مستعمل ہوتا تھا اب خراب کے معنی مین مستعمل ہوتا ہے، یونانی لفظ "توپیا" (جو انگریزی لفظ وکیڈ
(WICKED) کا مرادف ہے) کے معنی محبت وہمدردی کے آتے ہین، اور جہان ادنی قسم کی اخلاقیت ...
تھی "گڈ" (Good) اور "اسٹوپڈ" (Stupid) دونون کے ایک ہی معنی لیے جاتے تھے "سلی"
(Silly) جس کے معنی بیوقوف کے ہین "سیلگ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی "متبرک" کے آتے تھے

اس موقع پر یہ بیان کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ نٹشے ایک عرصہ تک بولن یونیورسٹی مین لسانیات کا پروفیسر
رہا اور اسکی علمی زندگی کا بڑا حصہ الفاظ وحروف کے اُدھیڑبن مین گذرا، اور اس لیے "تقسیم اخلاقیت" کو لسانی
نقطۂ نظر سے ثابت کرنا اس کو زیبا تھا، درحقیقت یہ ہے کہ اس سے اسکی جودت طبع کا پتہ چلتا ہے،

**خیر وشر کا امتیاز**

یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ آیا خیر وشر، حسن وقبح اور نیکی وبدی کا استعمال اوّل اوّل انسان کے واسطے
ہوا یا افعال کے واسطے؟ یعنی پہلے افراد انسانی کے درمیان (خاندانی خصوصیات یا ذاتی کمالات کی وجہ سے)
اچھے اور برے کی تمیز کیگئی اور بعد کو ان افراد انسانی نے جن افعال کو اپنے موافق پایا ان کو "نیک" سے
اور جن افعال کو اپنے مخالف پایا ان کو "بد" سے تعبیر کیا یا پہلے افعال کے درمیان "نیک وبد" کی تفریق کیگئی اور
بعد کو ان افعال کے کرنے والون کو اچھے اور برے سے تعبیر کیا گیا،

نٹشے کا خیال ہے کہ اوّل اوّل انسان کے حق مین "نیکی وبدی" کے اوصاف استعمال کیے گیے اور پھر
انسان نے ان اوصاف کو اپنے افعال کی طرف منتقل کر دیا، اس انتقال کی ابتدا خواہ خواص کے طبقہ سے
ہوئی ہو خواہ عوام کے طبقہ سے، یعنی ممکن ہے کہ اول الذکر نے اپنے کو عوام سے ہمیشہ ممتاز ونمایان رکھنے کیلئے
"خیر وشر" کی تفریق کی اور اس لیے ان تمام افعال کو جن سے "شخصیت" مستحکم ہو، زور وقوت پیدا ہو اور دنیا پر



حکمرانی کرنے مین سہولت وآسانی ہو مستحسن قرار دیا اور ان تمام افعال کو جن سے "شخصیت" کو صدمہ پہنچے، ضعف و
کمزوری پیدا ہو اور دنیا پر حکمرانی کرنے مین دقت واقع ہو معیوب قرار دیا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ عوام کے طبقہ
نے خواص کے قبضۂ اقتدار سے نکلنے کے لیے "خیر وشر" کا امتیاز کیا اور اس لیے اُن تمام افعال کو جن سے "جمہوریت"
قائم ہو، باہمی مروت وہمدردی پیدا ہو اور زندگی کی مشکلات دور ہون "نیک" سے تعبیر کیا اور ان تمام افعال
کو جن سے "جمہوریت" کو صدمہ پہنچے، باہمی بغض وعناد بڑھے اور زندگی دوبھر ہو جائے "بد" سے تعبیر کیا،
بہرصورت افراد انسانی کی تقسیم امتیاز "خیر وشر" کا باعث ہوئی،

**اخلاقیت کی بہتر قسم**

اب سوال یہ ہے کہ اخلاقیت کی متذکرہ بالا دو قسمون مین بہتر کون ہے؟ نٹشے اس سوال کا
جواب یہ دیتا ہے کہ اخلاقیت کی غرض وغایت یہ ہے کہ طبائعِ انسانی مین قدرت نے جو قوت واستعداد
ودیعت کر دی ہے اس سے بدرجۂ اتم کام لیا جائے، اور چونکہ یہ غرض وغایت صرف حکمرانون کی اخلاقیت سے
پوری ہوتی ہے اس لیے وہ بہتر اور اعلیٰ اخلاقیت ہے، محکومون کی اخلاقیت کی رو سے تمام جد وجہد مجہول اور
مدافعانہ ہین اور حکمرانون کی اخلاقیت کی رو سے تمام مساعی معروف اور جارحانہ ہین، پہلی اخلاقیت کی رو سے
زندگی زوال پذیر ہے اور دوسری اخلاقیت کی رو سے زندگی ترقی پذیر ہے، پہلی اخلاقیت کے بانی کم ہمت
اور پست خیال اشخاص تھے جنھون نے دنیا اور دنیا کی اشیا کو تنگ نقطۂ نظر سے دیکھا اور دوسری اخلاقیت
کے بانی عالی ہمت اور بلند خیال اشخاص تھے جنھون نے دنیا اور دنیا کی چیزون کو وسیع نقطۂ نگاہ سے دیکھا،

نٹشے اعلیٰ قسم کی اخلاقیت اور اس کے معیار "تنازع للقوۃ" پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"جہان کہین مین نے جاندار چیز دیکھی "تنازع للقوۃ" کا جذبہ موجود پایا، تم ایک شخص کو ہر ممکن سے
ممکن شے مہیا کر دو، اس کے خورد ونوش، بود وباش، آرام وعافیت اور تمام ضروری چیزون کا سامان کر دو
پھر بھی اس کا حریص دل سیر نہین ہوگا، اُسے "قوت" اور صرف "قوت" کی دھن ہے جس کے بغیر وہ کبھی نچلا
نہین بیٹھ سکتا، ایک نوکر کے دل مین بھی مالک بننے کی تمنا موجود رہتی ہے، بس ضرورت یا "خواہش"

نہین بلکہ "قوت کی محبت" دراصل حیات انسانی کی روح رواں ہے، حصول قوت کا جذبہ ایک زلزلہ ہے جو تمام بوسیدہ اور خستہ چیزون کا قلع قمع کر دیتا ہی، اگر انسان مین یہ جذبہ نہ رہے تو وہ سانپ اور خنزیر سے بدتر ہے

"حق" صرف "تنازع للقوۃ" مین مضمر ہے"

**افعال کی نیکی وبدی نتائج پر موقوف ہی،**

قدیم زمانہ مین کسی فعل کا اچھا یا برا ہونا اس کے نتائج پر موقوف ہوتا تھا، فاعل کے ارادہ ونیت سے بحث نہین ہوتی تھی، مگر عہد حاضرہ کے اکثر ماہرین اخلاقیات فعل کے نتائج پر غور نہین کرتے، بلکہ اسکی نفس حقیقت یا فاعل کے ارادہ ونیت پر نظر ڈالتے ہین، نٹشے نے اس خیال کی پرزور مخالفت کی اور دعویٰ کیا کہ افعال کی نیکی وبدی کا دارمدار ان کے نتائج پر ہے، اور اس لیے اگر شاندار نتائج کے حصول مین ناجائز اور غیر مناسب ذرائع بھی استعمال کیے جائین تو بھی کوئی مضائقہ نہین، نٹشے کا بیان ہے کہ دنیا مین بغیر جرائم کے کوئی بڑا کام ہو نہین سکتا، انسان کو ذرائع پر نظر نہین رکھنا چاہیے بلکہ نتائج اور صرف نتائج پر، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"انسان اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج جو حاصل کرتا ہے وہ صرف جرائم کی بدولت، ابتک برابر یہ دیکھا گیا ہے کہ جس کسی نے مروجہ قوانین اخلاق کے خلاف ورزی کی اسے شروع مین بدکار اور قانون شکن کا لقب دیا گیا مگر جب بعد کو خود یہ قوانین برقرار نہین رہ سکے اور ان کی ترمیم یا تنسیخ ضروری ہو گئی تو وہ نیکوکار اور مقنن تسلیم کر لیے گئے، دنیائے اخلاق مین ابتک جتنے تغیرات وانقلابات واقع ہوئے وہ صرف کامیاب جرائم کی وجہ سے ہوئے آج جن اشیار کو ہم اچھا سمجھتے ہین وہ ایک زمانہ مین بُری تھین، "شر" سے "خیر" خودبخود پیدا ہو گیا ہے، شادی کرنا ایک زمانہ مین جرم تھا کہ اس سے ایک شخص کی خود غرضی ثابت ہوتی ہے اور دوسرون کی حق تلفی، لیکن آج شادی کرنا نہ صرف مستحسن ہے بلکہ لازمۂ زندگی"

اس سلسلہ مین مجھے ہندوستان کے ایک سیاسی قیدی کا تحریری بیان یاد آتا ہے جو مجسٹریٹ کو مخاطب کر کے پڑھا گیا تھا اور جس کا خلاصہ یہ ہے:-



"نظام عالم کو برقرار رکھنے کے لیے جس طرح عدالت کی صدارتی کرسی ضروری ہے اسی طرح قیدی کا ایک کٹہرا بھی لازمی ہی، تم اپنا کام بلا تامل کیے جاؤ، مگر یاد رکھو کہ وہ دن بہت جلد آنے والا ہے جبکہ میری اور میرے جرم کی حیثیت بدل جائیگی، آج مین مفسدہ پرداز سمجھا جاتا ہون کل دنیا مجھے علمبردار حریت، شیدائے قوم اور جان نثار وطن کے پُرفخر لقب سے یاد کریگی"

نٹشے کے مذکورۂ بالا دعویٰ کی ایک زندہ مثال یہ ہے کہ جب زغلول پاشا نے مصر مین علم حریت بلند کیا تو ان کو "باغی" اور ان کے فعل کو "بغاوت" سے تعبیر کیا گیا اور ان کو سزائے قید بھگتنی پڑی، مگر کچھ دنون بعد جب مصر مین انقلاب لازمی ہو گیا تو جرم اور مجرم دونون کی نوعیت بدل گئی، "بغاوت" کو "وطن پرستی" سے اور "باغی" کو "فخر ملک وملت" سے موسوم کیا گیا،

جب کبھی اور جہان کہین تحریک حریت بلند ہوتی ہے یا سیاسی جد وجہد شروع ہوتی ہے تو دنیا اُسے بہ نظر استحسان دیکھتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ باوجودیکہ قانون شکنی اور بغاوت ایک مسلمہ جرم ہے لوگ ایسی تحریکون کو قابل نفرین اور معیوب نہین خیال کرتے ہ؟ اس سوال کا جواب نٹشے سے بہتر کوئی نہین دے سکتا، یعنی ہم مانتے ہین کہ قانون شکنی اور بغاوت جرم ہے لیکن چونکہ اس کے نتائج شاندار اور اہم ہین اس لیے یہ پسندیدہ جرم ہے اور اس کا مرتکب سزاوار صد آفرین ہے، اگر ایسے جرائم کا ارتکاب موقوف ہو جائے تو ترقی اور انقلاب کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے،

نٹشے ضمیر بین پر سخت حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اُن کا طرز استدلال یہ ہے کہ "چونکہ ضمیر اس فعل کو اچھا یا برا کہتا ہے اس لیے یہ اچھا یا بُرا ہے" حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ کسی فعل کو ضمیر صرف اس وجہ سے اچھا یا برا کہتا ہے کہ زمانہ اس کو ہمیشہ سے ایسا کہتا آیا ہے، ضمیر کا کام صرف نقل کرنا ہے اختراع کرنا نہین، انسان نے اوّل اوّل جو ایک فعل کو "نیک" یا "بد" کہا وہ ضمیر کی وجہ سے نہین بلکہ اس کے نتائج کی وجہ سے، ضمیر کا کسی فعل

تحسین یا تقبیح کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک صنّاع کا اپنی صنعت پر خوشی یا غم کا اظہار کرنا، یہی اعتراض فطرتین اور عقلیین کے فلسفۂ اخلاق پر بھی وارد ہو سکتا ہے،

**اخلاق اور جنگ**

نٹشے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اپنی اخلاقیت کی عمارت "تنازع للقوۃ" کی بنیاد پر قائم کرنا چاہتا ہے، اور اس لیے وہ لڑائی جھگڑے کو زندگی کے لیے لازمی چیز قرار دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ ہمارے جسم کے مختلف خیالات ہمارے مختلف خیالات وجذبات، ایک نوع کے مختلف افراد اور مختلف انواع کے مختلف افراد تفوق حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے ہین، اس لیے کوئی وجہ نہین کہ ہم جنگ سے احتراز کرین موجودہ دنیا سے "یونانی دنیا" کو جو امتیاز حاصل ہے وہ صرف جنگجوئی کی وجہ سے، یونانی طبعًا حاسد ہوتے تھے، اور لڑائی کو اپنے دیوتاؤن کا فضل وکرم سمجھتے تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ ہر قدرتی نعمت کا ظہور جنگ پر موقوف ہے، جنگ کے متعلق نٹشے کے خیالات کا خلاصہ یہ ہے:-

"آنے والی نسلون مین ممتاز ترین اشخاص وہ ہونگے جو انسانون، دیوتاؤن، اور ستارون سے مقابلہ کرینگے، جنگ لازمۂ زندگی ہے، جنگ اخلاق کا جزو لاینفک ہے، لڑائی نے دنیا مین صدقہ وخیرات سے بڑھ کر کارہاے نمایان کیے ہین، لڑائی جھگڑا محبت والفت سے زیادہ مفید ہے، اگر لڑائی نہ ہو تو کمزور (بداخلاق) اقوام تندرست (خوش اخلاق) اقوام کو نیست ونابود کردینگی اور اخلاقیت کا خاتمہ ہوجائے گا"

نٹشے کی اخلاقیت (اعلیٰ قسم کی اخلاقیت) کی رو سے بہترین اوصاف ہمت وجرأت، دلیری وبے باکی، بہادری وجوانمردی، بلند حوصلگی وعالی ہمتی ہین اور بدترین اوصاف رحم وہمدردی، مروّت والفت بے غرضی وبے لوثی، پست خیالی وبزدلی ہین (کیونکہ ان سے کمزورون اور اپاہجون کی معاونت ہوتی ہے)

**شرافت کے معنی**

نٹشے کی اخلاقیت کی رو سے "خیر وشر" علی الترتیب "شرافت ورذالت" کے مرادف ہین، اور اس کے نزدیک "شرافت" کے علامات خصوصی یہ ہین (۱) اپنے فرائض کو عوام الناس کے فرائض کے برابر نہ کرنا، (۲) اپنی ذمہ داریون سے سبکدوش ہونے یا ان مین کمی کرنے پر ہرگز راضی نہ ہونا، (۳) اپنے اختیارات خصوصی کو برقرار رکھنا اور ان سے پورا کام لینا، "رذالت" کو اس کا برعکس سمجھنا چاہیے،

نٹشے "اشراف یا خواص" کو مخاطب کرکے کہتا ہے:-

"بھائیو! اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ شرفار کی ایک نئی جماعت تیار کی جائے جو موجودہ اخلاقیت کا استیصال کردے اور ایک جامع ومکمل اخلاقیت کا اجرار کرے، ایک "شریف" کے لیے ضروری ہے کہ اس مین حکمرانی اور فرمانبرداری دونون کی صلاحیت موجود ہو، جو شخص تعمیل حکم نہین کرسکتا وہ تنفیذ حکم بھی نہین کرسکتا"

آخر مین یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ نٹشے کو اپنی اخلاقیت کے مشکل اور پیچیدہ ہونے کا اعتراف تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ کم از کم موجودہ دنیا اُسے قبول نہ کریگی، مگر اس نے کئی جگہ لکھا ہے کہ میری اخلاقیت صرف چند منتخب برگزیدہ اور سربرآوردہ اشخاص کے واسطے ہے، ہرکس وناکس کے واسطے نہین، اور مستقبل کی دنیا میری اخلاقیت پر عمل پیرا ہوگی"

# اورنگ آباد (دکن) اور اس کا نواح

از

جناب حفیظ احمد صاحب بی اے، ال ال، بی منصف و مجسٹریٹ کلواکرتی ضلع محبوب نگر حیدرآباد دکن

ہندوستان مین اسلامی سلطنت کے کارنامے اور قدیم صنعت سنگ تراشی کے آثار دیکھنے کا جسے شوق ہوگا وہ اورنگ آباد دکن اور اس کے نواح کے دیکھنے کا ضرور مشتاق ہوگا، گذشتہ ماہ مین مین بھی ادھر سے گذر رہا تھا کہ یہ خیال آتے ہی ایک دن کے لیے اورنگ آباد اتر گیا، خوش قسمتی سے ایک کرمفرمانے اپنی موٹر عنایت فرمادی جس کے بدولت ہمنے ایک ہی دن مین وہان کے مشہور مقامات دیکھ لیے،

سب سے پہلے ہم نے خاص اورنگ آباد مین رابعہ الدورانی کا مقبرہ دیکھا جو تاج محل کے نمونہ کا بنا ہوا ہے گو اس قدر قیمتی عمارت نہین ہے لیکن نقل اچھی ہے، پھاٹک سے داخل ہوتے ہی ایک نہر ملتی ہے جس کے کنارے سرو کے درخت عالم یاس مین ایستادہ ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی گذشتہ شان و شوکت شادابی و رونق کے سوگ مین سبز جامہ زیب تن کئے مہر سکوت لگائے ہر گذرنے والے کو "کل من علیہا فان" کی تلقین کرتے ہین، نہر گو خشک پڑی ہے، مگر فوارون کے نشانات اب تک موجود ہین، اس کے بعد مقبرہ کی عمارت ہے جو بالکل تاج محل کی نقل ہے مگر بجائے سنگ مرمر کے چونا کی استرکاری ہے، کمال یہ ہے کہ چونا کو قریب سے بھی دیکھیے تو سنگ مرمر کا مغالطہ ہوتا ہے، مسالہ اس قدر مضبوط ہے کہ کھرچنے سے بھی باسانی علیحدہ نہین ہوسکتا، مقبرہ

معارف: رابعۃ الدورانی اورنگ زیب کی بیوی، دلرس بانو کا خطاب تھا، جو اس کو موت کے
ما، اس نے ۸؍ اکتوبر ۱۶۵۷ء کو اورنگ آباد مین وفات پائی،



شمالی دیوار تقریباً دو گز تک سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً سنگ مرمر ہی کا کام شروع کیا گیا تھا مگر پھر کسی وجہ سے اسے چھوڑ کر چونا اور معمولی پتھر لگایا گیا، مقبرہ کے مغرب جانب ایک مسجد ہے اس مین بھی وہی صنعت ہے کہ چونے کا فرش ہے، اسمین سیاہ مسالہ سے جائے نماز کے نشانات بنائے گئے ہین، فرش ایسا چکنا اور چمکدار ہے کہ اب بھی عکس اس پر نظر آتا ہے، سفید چونہ مین سیاہ مسالہ کی لکیرین سنگ مرمر پر سنگ موسیٰ کا دھوکہ دیتی ہین، اطراف مین سنترون اور آمون کا وسیع باغ ہے جواب ویرانہ سا معلوم ہوتا ہے، ہر چہار حاشیہ پر بارہ دریان بنی ہین اس مین سے مشرقی بارہ دری مین پرانے چینی کے کچھ سلیٹ اور سامان مقفل ہے تاریخ تعمیر صدر دروازہ پر لکھی ہے مگر مین اس وقت بھول رہا ہون اتنا یاد ہے کہ "در عمل ہیبت رائے تیار شد" لکھا ہوا ہے،

دوسرے دن علی الصباح ہم قلعۂ دولت آباد دیکھنے چلے، کوئی آٹھ بجے ہون گے کہ ہم قلعہ مین داخل ہوئے پہلی چیز جو پھاٹک کے اندر داخل ہونے کے بعد ہم نے دیکھی وہ ایک بہت بلند مینار تھا، جس کی انتہائی بلندی سے بہت دور تک کا منظر نظر آتا ہے، یہ منارہ سلطان علاء الدین کے زمانہ کا بنا ہوا ہے، چنانچہ اس کی تاریخ یہ لکھی ہوئی ہے،

تاریخ منار دولت آباد

در ہفصد و چہل و دو شد آباد

اس کے بعد ہم نے ہاتھی حوض اور جامع مسجد دیکھی حوض تو اب بالکل خشک ہے مگر اب بھی اس مین قریب کی ایک جھیل سے بذریعہ نل پانی لایا جاسکتا ہے، مسجد کی وضع عام مسجدون کی سی نہین ہے، نہ اس مین کوئی گنبد ہے نہ منار، ایک وسیع احاطہ کے اندر ایک مسقف حال بنا ہوا ہے، مسجد کے حال کے بیچ مین گول حلقے کی شکل مین متعدد ستون کھڑے ہین بعض پتھرون مین مورتین

معارف: یہ منار علاء الدین نے نہین بلکہ محمد شاہ تغلق نے بنوایا تھا، علاء الدین نے ۶۹۵ھ سے ۷۱۵ھ تک حکومت کی اور محمد تغلق نے ۷۲۵ھ سے ۷۵۲ھ تک، اسی کے عہد مین دولت آباد (دیوگری) ایک دار السلطنت بنا تھا،

ترشی ہوئی ہین مگران کے چہرے توڑ دیئے گئے ہین سناکہ اس مسجد کی تصویرین مسلمان بادشاہون کی ناروا داری کے اظہار مین پیش کیجاتی ہین، اور کہا جاتا ہے کہ مندر کو توڑ کر اورنگزیب نے مسجد کی شکل مین بنا دیا تھا، یہان جو بات اس قسیم کی دیکھئے اس کے متعلق غریب عالمگیر ہی پر اتہام لگایا جاتا ہے، حالانکہ قرائن سے پایا جاتا ہے کہ مسجد اور مندر ایک ہی زمانہ کے ہین اور چونکہ علاء الدین کی فوج مسلمانون سے بھری تھی اس کے زمانہ مین قلعہ کے اندر کسی مندر کی ضرورت نہ تھی بخلاف اس کے مسجد کی شدید ضرورت تھی، اس لئے اگر اس نے یہ مسجد بنوائی ہو تو کچھ تعجب نہین،

اس کے بعد ہم بالاحصار کے پھاٹک مین داخل ہوتے ہین ایک چھوٹا سا صحن ہے جسکے شمالی دیوار مین ایک مورت ابتک نصب ہے اس صحن کے بعد حلقہ کی خندق ہے جسپر کسی زمانہ مین متحرک پل Drawbridge رہا ہوگا، مگر اب منہدم کر کے اس کی جگہ معمولی راستہ بنا دیا گیا ہے، ہین خندق مین ایک طرف چٹان کے اندر کسی بزرگ کا مزار نظر آتا ہے اوپر چڑھکر پر ایک بہت بڑی توپ رکھی ہے جس کا نام مینڈھا توپ مشہور ہے، کیونکہ اس کے سرے پر مینڈھے کا سر بنا ہوا ہے، خود توپ پر حسب ذیل عبارت ہے،

**توپ شکن**

**اورنگزیب**

**محمد حسین عمل عرب**

اس سے ذرا کچھ بلندی پر ایک زمین دوز راستہ ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یلورا کے غارون تک جاتا ہے، واللہ اعلم بالصواب اوپر چڑھتے ہوئے ایک مقام پر تاریک راستہ سے گذرنا ہوتا ہے، اس کی دیوار مین جابجا بڑے بڑے طاقچے بنے ہین، جنمین ایک آدمی بآسانی



بیٹھکر بوقت ضرورت داخل ہونے والے غنیم کی سرکوبی کرسکتا ہے، اسی جگہ ایک بہت بڑا سوراخ ہے جو خندق مین نکلتا ہے، اور غالبًا لاشین پھینکنے کے کام مین آتا رہا ہوگا، وسط بلندی پر ایک چشمہ پانی کا ہے جو ناواقف آدمی کو باہر سے نظر نہین آسکتا اس چشمہ تک پہنچنے کیلئے جھک کر جانا پڑتا ہے باہر سے صرف ایک جوف سا نظر آتا ہے، پانی نہایت ٹھنڈا اور صاف ہے یہان پر ایک جگہ بہت سا تمباکو رکھا ہوا ہے جو مغل بادشاہون کے زمانہ کا بیان کیا جاتا ہے، اس مین نہ اب بو باقی ہے نہ کوئی اثر تمباکو کا ہے البتہ صورت وہی ہے،

قلعہ کی انتہائی بلندی پر ایک ہوادار بارہ دری ہے، اور اسی کے قریب قلعہ کی سب سے بڑی توپ جو گجرات کے کسی راجہ کی بنوائی ہوئی ہے، رکھی ہے، اس توپ کی خاصیت ہے کہ دھوپ مین گرم نہین ہوتی، اس انتہائی بلندی پر بھی ایک جگہ نہایت پوشیدہ اور آمد و رفت کے مقام سے بالکل الگ ایک اور چشمہ ہے جس کا پانی نیچے کے چشمے سے بھی زیادہ شفاف و شیرین ہے، باوجودیکہ سخت گرمی کا موسم تھا مگر ان دونون چشمون مین بافراط پانی موجود تھا، قلعہ کی انتہائی بلندی سے کوسون کا منظر نظر آتا ہے، تین طرف پہاڑون کا سلسلہ ہے، صرف ایک طرف میدانی حصہ ہے، ایک توپ کا رخ اس طرف ہے تو دوسری کا دوسری طرف،

## خلد آباد

قلعہ سے اتر کر ہم خلد آباد گئے جو دولت آباد سے سات آٹھ میل ہے، یہ مقام بلندی پر ہے، اور آب و ہوا کے لحاظ سے بہترین جگہ سمجھا جاتا ہے، اکثر مریض یہان تبدیل آب و ہوا کے لئے آتے ہین، آبادی بہت پرانی ہے، اور پرانی آبادیون کی طرح اس کے گرد پختہ فصیل ہے گو اب ویرانہ ہے مگر مشایخ کی آبادی یہان پر معقول ہے، یہی وہ مقام ہے جس کے دیکھنے کا مین سب سے زیادہ مشتاق تھا، یہین پر عالمگیر اورنگزیب جس کے رعب و جلال سے ایک عالم

ٹھرا تا تھا دو گز زمین مین زیر آسمان آرام گزین ہے، یہین اس کی سادگی اور نفرت نمایش کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے جس زمانہ مین کہ سلاطین عالیشان مقبرے بنوا کر اپنی یادگار قایم کرنا اور شان و شوکت کا اظہار کرنا چاہتے تھے اورنگ زیب کا اپنے لئے صرف دو گز صاف زمین پر آرام کرنا قناعت اور پابندی شریعت پر دال ہے، اس کے حکم سے اسکی قبر پر نہ کوئی پختہ بندش ہوئی نہ کوئی گنبد تھا، اگرچہ وہ غنی تھا لیکن جس طرح اس نے غریبون مسکینون کی طرح زندگی بسر کی تھی اسی طرح اس نے اپنا مقبرہ بھی رہنے دیا،

از طلاؤ نقرہ گر سازند. گنبد اغنیا

بر سر گور غریبان گنبد گردون بس است

باوجود اس سادگی کے جو جلال اورنگزیب کے مقبرہ پر ہے، تاج محل مین نہین، اب سرکار عالی سے اس مقبرے کے اطراف نہایت عمدہ سنگ مرمر کی جالی کی چار دیواری اور فرش بنوا دیا گیا ہے مگر قبر کے صندوق کی چھت اب بھی کھلی ہوئی ہے، اور صرف مٹی کی ہے جس پر چند پودے خوشبودار تلسی کے سبز پوشی کر رہے ہین، اس سے قریب حضرت خواجہ زین الدین کا مزار ہے، جناب کا وصال ۷۷۱ھ ہے اور اسی احاطہ مین اعظم شاہ فرزند اورنگزیب کی بھی قبر ہے، یہ مقبرے ایک بہت بڑے پھاٹک کے اندر وسیع احاطہ کے ایک حصے مین ہین، احاطہ کے مغربی حاشیہ پر ایک مسجد قدیم زمانہ کی ہے جس کے نیچے بھی ایک درجہ اوپر ہی ایسا بنا ہوا ہے، احاطہ کے دوسرے کنارون پر سائبان ہین، ان مین سے شمالی کنارہ پر دو رویہ سائبان مین حفاظ کا مکتب ہے جہان دو تین معلم درس دیتے ہین اس احاطہ کے پھاٹک کے مقابل مین بجانب مغرب ایک اور پھاٹک ہے جس کے اندر آصفجاہ نظام الملک اور ناصر جنگ ہند کے مقبرے ہین، اور حضرت شاہ برہان الدین کا بھی مزار اسی مین ہے،



ان بزرگ کا سنہ وصال ۷۴۱ھ ہے ایک عجیب و غریب بات ان کے مزار مین یہ ہے کہ مزار کے شمالی جانب پندرہ بیس مربع پتھر فرش مین نصب ہین، ان پتھرون مین جابجا چاندی نیچے سے اوپر نکلتی ہوئی نظر آرہی ہے، شاہ صاحب کی یہ کرامت بیان کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان پتھرون سے خود بخود چاندی ابلتی ہے، اور پھر کچھ دنون بعد اندر ہی بیٹھ جاتی ہے، اس پر ممکن ہے کہ کسی کو یہ گمان ہو کہ وہان کے لوگون نے چاندی جڑ دیا ہوگا اور لوگون کی عقیدت مندی بڑھانے کے لئے یہ روایت گڑھ دی ہو، مجھے بھی یہی شبہہ ہوا تھا، اور اس لئے مین نے ان بلبلون کو نہایت غور سے دیکھا، بلبلے اس طرح پتھر سے نکلتے ہین کہ اوپر سے نصب کرنے کا گمان بھی نہین ہو سکتا، جہان پر بلبلہ ہے اس کے اطراف کا پتھر بھی نیچے سے اوپر آیا ہے جس طرح کوئی شخص نرم مٹی یا موم مین نیچے سے انگلی دبا دے تو انگلی کے ساتھ اس کے اطراف کی مٹی ابھر آتی ہے، بجنسہ یہی حالت اس پتھر کی ہے، چاندی نکلنے سے پہلے اس جگہ کا پتھر اوپر کو پھول آتا ہے اور اس کے بعد چاندی کا بلبلہ نمودار ہوتا ہے، اسی طرح چاندی غائب ہو جاتی ہے تو پھر پتھر چکنا ہو جاتا ہے، یہ بلبلہ نکالے سے نکل بھی نہین سکتا، تا وقتیکہ پتھر نہ توڑا جائے، اور پتھر مین کہین شگاف بھی نہین ہے، ہمارے ساتھیون مین ایک صاحب دس بارہ روز قبل اس مقام کو دیکھ گئے تھے جب ہم اسے دیکھ رہے تھے تو وہان کے مجاور نے کہا کہ یہ دیکھئے ایک بلبلہ گزشتہ شنبہ کو نمودار ہوا ہے، مین نے فوراً اپنے ہمراہی صاحب سے استفسار کیا تو انھون نے اطراف کے بلبلون کو دیکھکر کہا کہ بیشک اس کے قبل جب مین آیا تھا تو یہ بلبلہ نہین تھا، انھین باور نہ کرنے کی مجھے کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی، بزرگون مین اس قسم کی کرامت کچھ غیر ممکن نہین،

## ایلورا

جیسا کہ مین نے اوپر لکھا ہے خلد آباد کی آبادی بلندی پر ہے، آبادی سے باہر ایک سڑک

ایلورا کے غارون کو جاتی ہے فصیل کے باہر ہم سڑک پر ہوے تھے کہ معلوم ہوا اسی سڑک کے نیچے غار ہاے ایلورا واقع ہین یعنی جس پہاڑی پر ہم چل رہے تھے، اس کے نیچے غار ہین یہ غار کل تیس یا چونتیس ہین اِن مین ستار جھونپڑی، کیلاس (رنگ محل) اور اندر سبھا زیادہ مشہور ہین، آخر الذکر تو ہم نہین دیکھ سکے لیکن ستار جھونپڑی، رنگ محل اور پندرہ سولہ چھوٹے چھوٹے غار ہم نے دیکھے یہ سب غار ایک ہی نمونہ کے ہین اور ایک کو دیکھنے کے بعد دوسرون کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے، اِن غارون کے بنانے مین سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ نہایت عالیشان دو، دو، تین تین منزل کے مکانات بنائے گئے ہین، اور اِن مین چار چار پانچ پانچ گز کے بت تراشے گئے ہین، سیڑھیان بنائی گئی ہین مگر کہین پر جوڑ نہین ہے، نہ کوئی پتھر باہر سے لاکر لگایا گیا ہے بلکہ سب کچھ ایک ہی چٹان کو تراش کر بنا دیا گیا ہے، پھر اِن غارون کی وسعت بھی تین میل تک ہے عقل عاجز ہے کہ کس طرح یہ محل بنے ہون گے، یہ غار عام طور سے بڑے بڑے دالان کی شکل مین بنے ہوئے ہین جس مین بڑے بڑے ستون بھی تراشے ہوئے ہین، پہلے تو ایک سائبان ہوتا ہے، اس کے بعد اندر کے دالان کا دروازہ جس پر دو بہت بڑے بڑے بت کھڑے ہوئے ہین خود ہال کے اندر بیچ مین یعنی جنوبی دیوار مین ایک چار پانچ گز کا بت ہوتا ہے جو پالتھی بٹھکے بیٹھا ہوا بنایا گیا ہے، اور اپنے ایک ہاتھ کے انگوٹھے کو دوسرے ہاتھ کی انگلی سے پکڑے ہوے ہے، تقریباً تمام بڑے بت اِسی وضع کے ہین اور انکی تعداد سینکڑون ہی ہوگی بڑے ہال مین چارون طرف دیوار مین بت ہی بت نظر آتے ہین اِن دالانون کی چھت بھی نہایت مسطح ترشی ہوئی ہے، اِس لئے یہ سب غار قریب قریب ایک ہی نمونہ کے ہین کوئی بڑا کوئی چھوٹا، بعض دو منزلہ بھی ہین چنانچہ ستار جھونپڑی اور رنگ محل دونون دو منزلہ ہین ستار جھونپڑا، ایک قبا سا ہال ہے، اور اس کی چھت گنبد نما ہے، اور چھت مین بیسیون کمانین



ترشی ہوئی ہین جنوبی حصہ پر وہی زبردست بت رکھا ہے، رنگ محل بہت ہی عالیشان عمارت ہے تقریباً چالیس پچاس گز بلند چٹان کو تراش کر ایک احاطہ بنایا ہے اور اسی احاطہ کے اندر مندر نما دو منزلہ محل بنایا ہے، اور ایک طرف دالان ہے، داخل ہوتے ہی دو بہت بڑے مجسمے ہاتھی کے جو زندہ ہاتھی کے قد کے ہین بنے ہوئے ہین، اور مندر کی دیوارون پر جنگ کا نقشہ بنایا گیا ہے، جسمین ہاتھی گھوڑے سب کچھ ہین، اور گشت و خون کا بازار گرم ہے یہ سب باتین دیکھنے سے تعلق رکھتی ہین، اور الفاظ مین اِن کا نقشہ اتارنا ذرا مشکل ہے، یہ غار انسان کی قدرت و کمال کا اعلیٰ نمونہ ہین، عقدہ یہ ہے کہ یہ عمارتین بنوائی کس نے اس کا صحیح حل آج تک نہین ہوا ہے، یون تو روائتین مختلف ہین، کوئی کہتا ہے کہ، بدھ لوگون نے بنائے ہین کوئی کہتا ہے، پانچ پانڈون نے تیرہ برس کی جلاوطنی کے زمانہ مین بنایا ہے، مگر مستند روایت کم از کم مجھے اب تک نہین مل سکی لارڈ کرزن نے بھی اپنے دورہ کے زمانہ مین وہان کے رہنے والون سے بہت کچھ استفسار کیا اور اپنا بہت وقت انکی تحقیقات مین صرف فرمایا مگر مقامی لوگون کی زبانی روایات کچھ زیادہ مستند نہین ہو سکتین، غرض کہ یہ عمارتین تاریخی زمانہ کی پہلے کے ہین اور کوئی تاریخ انکی موجود نہ ہونے سے کسی ایک روایت پر اعتماد کر لینا ہی انکی تاریخ ہے،

# تلخیص و تبصرہ

## یورپ کی خفیہ مجلس انقلاب

یورپ کے اکثر اشخاص کا خیال ہے کہ وہان تقریباً اٹھارھوین صدی کے وسط سے ایک ایسی انجمن [قائم]
ہے جو یورپ کے تمام انقلابات اور حوادثات کا سبب ہے، اور اس کا مقصد وہان کے موجودہ تمدن کو تباہ [کرکے]
اصلی فطری آزادی کا قیام ہے، دسمبر ۱۹۲۲ء کے ایک ماہوار انگریزی رسالہ نے اس مجلس اور اس کے بانی پر [ان]
الفاظ مین روشنی ڈالی ہے،

"گذشتہ دو صدی کی تاریخ یورپ کا سرسری مطالعہ ہم کو بتاتا ہے کہ زمانہ سیاسی، معاشری اور مذہبی [انقلابات]
کا مسلسل دور رہا ہے، ۱۷۸۹ء کے انقلاب فرانس سے ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم تک، انقلابات کا سلسلہ قائم [رہا]
اور اس نے تمدن یورپ کی بنیادون کو متزلزل کر دیا ہے، ان انقلابات کا کیا سبب ہے؟ نسٹا [؟]
وبسٹر نے اپنی کتاب انقلاب عالم (تمدن کے خلاف سازش) مین بتایا ہے کہ ان کی محرک دو [سرے]
معمولی اسباب کے علاوہ خفیہ مجالس ہین، مسز وبسٹر ہم کو بتاتی ہین کہ ان انجمنون مین سب سے زیادہ [حصہ]
اس انقلاب مین حصہ ہے، وہ مجلس تنویر (Illuminism) ہے، جو اٹھارھوین صدی کے [وسط]
مین قائم ہوئی اور اگرچہ بویریا کے الکٹر نے اس کو فنا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مٹ سکی اور دو صدیون [سے]
برابر اپنا کام کر رہی ہے، ان کا بیان ہے کہ انقلاب فرانس (۱۷۸۹ء) بیباف کی بغاوت (۱۷۹۶ء) بغاوت
ڈکمبرسٹ (۱۸۲۵ء) انقلاب یورپ (۱۸۴۸ء) بغاوت اشتراکی (۱۸۷۱ء) انارکزم (۱۸۷۱ء سے
۱۹۰۵ء) اور بالشوزم (۱۹۱۷ء) یہ تمام کی تمام تحریکین اسی انجمن کی سازشون کے نتائج ہین،



اس مجلس کا بانی آدم ویشوپٹ، ۶ فروری ۱۷۴۸ء کو بویریا (جرمنی) مین پیدا ہوا، اور ابتدائی تعلیم
[کے] بعد اس کو موجودہ تمدن سے نفرت پیدا ہوگئی اور اس نے یورپ کی سیاست، معاشرت، اور مذہب،
کو تباہ کرنے کی سازش شروع کی، اس کا خیال تھا کہ بعض جماعتون کی غربت، بے چینی اور بددلی، تمدن کے
غیر مساوی اصول پر موقوف ہے، اس کا نظریہ تھا کہ تمدن تمام تر غلط ہے اور انسانیت کی نجات اس مین ہے
کہ وہ اپنی فطری حالت کی طرف لوٹ جائے، اسی لیے اس کا خیال تھا، کہ علوم و فنون کو بھی برباد کرنا چاہئے،
چنانچہ اس کے متعلق خود اس کے یہ الفاظ ہین،

"کیا یہ علوم حقیقی انسانی مسرت کو روشن کرتے ہین؟ کیا وہ ابنائے ضرورت نہین ہین جو
صرف غیر فطری زندگی کی ضرورتون کو پورا کرنے کے لیے عالم وجود مین آئے ہین؟"

ویشوپٹ کا خیال تھا کہ سلاطین و امراء کا خاتمہ کر دینا چاہیے حتی کہ جمہوری حکومتون کی بھی کوئی
ضرورت نہین ہے، اور بہترین طریقۂ حکومت یہ ہے کہ انسان بلا کسی قانون و تعزیرات کے آزادانہ
زندگی بسر کرے، انسان صرف اس مصنوعی تمدن کی بنا پر نامکمل اور برا ہے اور اگر وہ فطری اصول کا
پابند ہو جائے تو اسکی تکمیل مین کوئی شے مانع نہین ہو سکتی،

"آدمی خود برا نہین ہے، لیکن مصنوعی اخلاقیات اس کو برا بنا دیتی ہین، وہ صرف اسلیے
برا ہے کہ مذہب، حکومت اور بری مثالون نے اسے مقید کر رکھا ہے"؛

اسی بنا پر اس نے عیسائیت کی جگہ عقل کا مذہب جاری کرنا چاہا پھر قومیت و وطنیت کو مٹانے کی
کوشش کی، چنانچہ وطنیت کے متعلق اس کے یہ خیالات ہین،

"اس شخص کو محب وطن کہا جاتا ہے، جو اپنون کے لیے منصف اور دوسرون کے لیے
ظالم ہو، جو دوسرون کے محاسن کے لیے اندھا ہو، اور اپنے ملک کی معائب کو محاسن سمجھے،
اس طرح اس وطنیت سے مقامیت، خاندانی عزت اور بالآخر انانیت پیدا ہوتی ہے، اس

حب وطن کو تباہ کر ڈالو، برباد کر دو، تو ایک مرتبہ پھر انسان ایک دوسرے سے محبت کرنا سیکھ جائیگا، مغائرت غائب ہو جائے گی اور ایک دل دوسرے سے مل جائیگا"

اس انجمن کے مقاصد حسب ذیل ہین :-

(الف) تمام شخصی اور آئینی حکومتون کو برباد کرنا،

(ب) شخصی ملکیت کو موقوف کرنا (ج) وراثت کا موقوف کرنا (د) حب وطن کا خاتمہ کرنا،

(ہ) خاندان کی بندشون کو توڑنا، (و) مذہب کے قید و بند سے آزاد ہونا،

پہلی مئی ۱۷۷۶ء کو یہ انجمن قائم ہوئی اور انجمن کے تمام ارکان نے اپنے نام بدل کر تاریخی نام رکھ لیے، اسی طرح مقامات کے نام بھی بدل دیئے گئے، رازداری کے لیے ہر رکن اپنے نام کے بجائے صرف ایک نکتہ استعمال کرتا ہے اور اپنے مقام کی جگہ ▫ ایک مربع، مہینون کے نام بھی عبرانی کر دیئے گئے، اعداد کی جگہ بھی وہ الفاظ سے کام لیتے ہین اور ان کے یہان ایک کی جگہ M لکھا جاتا ہے،

اسی انجمن کے قیام کے زمانہ مین، ۲۰ دسمبر ۱۷۸۱ء کو فری میسنری جماعت بھی قائم ہوئی تھی، اس کا بانی فرہیر دان نگے تھا، بعد مین ان دونون جماعتون کا ادغام ہو گیا اور اب ان کا نام الومینیٹڈ فری مسنری ہے، اس کے تین درجے ہین، لیکن کچھ دنون کے بعد دونون مین اختلاف ہو گیا اور نگے الگ ہو گیا اور اس نے اپنی جماعت بھی الگ کر لی، باویریا کی حکومت نے اگرچہ اس کو برباد کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ فنا نہ ہو سکی اور اب نہ صرف یورپ مین بلکہ تمام دنیا مین اسکی شاخین موجود ہین،

### بدوان کا مذہب

ڈاکٹر ڈبلو، وان وسیل نے جرمنی رسالہ نیو فری پریس مین وہابیون کے متعلق ایک طویل مضمون لکھا ہے، اور لونگ ایج نے اس کا ترجمہ شائع کیا ہے، اس مضمون مین ڈاکٹر موصوف لکھتے ہین:-

اس فرقہ کے حالات یورپ مین سب سے پہلے ڈنش سیاح نیوبر کے ذریعہ سے جس نے عرب کی سیاحت کی تھی معلوم ہوئے، وہ اپنی تاریخی کتاب مصنفہ ۱۷۷۲ء مین لکھتا ہے کہ گذشتہ چند سالون سے الارض مین ایک نیا مذہب جاری ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ عرب کے مذہب و عادات اور رسوم پر اس کا بہت بڑا اثر پڑے اور تبدیلیان عمل مین آئین، اس فرقہ کا بانی عبدالوہاب تھا، نیوبر کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا، اس فرقہ نے بہت جلد دنیائے عرب مین قدم جمانے کے بعد ہندوستان، جاوا اور صحرا مین بھی اپنا اثر قائم کر لیا، خود سنوسی بھی ایک طرح سے اسی محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہین،

اس فرقہ کی تعلیم مین کوئی نئی بات نہین ہے، بلکہ یونانی اور ایرانی فلسفہ کی آمیزش کی وجہ سے اسلام کے اصول و عقائد پر جو زنگ چڑھ گیا تھا، اسی کو یہ فرقہ پھر اُن سے صاف کر کے ایک مرتبہ پیش کر رہا ہے اور خداوند تعالیٰ کی توحید کو پھیلاتا ہے، خلفاء کا اسلام، قبر پرستون کا اسلام، اور ترکون کا اسلام جو تقریباً نصف مغربی ہو گیا تھا اصلی اسلام قرار نہ پایا، اور اس کے اصلاح کی کوشش کیگئی، بدویون کا اصلی مذہب جو کسی رمز و کنایات کا متحمل نہین ہو سکتا تھا جاری کیا گیا، ان وہابیون نے رسول اللہ صلعم کی طرح اپنے ہمسایون مین اسکی ہر طریقہ سے تبلیغ کی، اور اسی طرح عرب کے باشندون نے اپنے اس نئے رہنما کی پیروی کی،

نیوبر نے اپنے سفرنامہ مین غلطی سے اس مذہب کو ایک نیا مذہب اور اس کے بانی کو ایک نیا پیغمبر قرار دیا ہے لیکن درحقیقت وہ صرف پُرانے مذہب کا ایک داعی تھا، اسکی تعلیم صدیون پہلے کی تعلیم تھی، اس نے صرف علامہ ابن تیمیہ کی تعلیمات کو ایک مرتبہ دنیائے کے سامنے پیش کیا، علامہ ابن تیمیہ نے آٹھوین صدی ہجری مین، پیر پرستی، اور مقام پرستی کی وجہ سے مذہب مین جو آلودگی پیدا ہو گئی تھی اس کو دور کرنے کی کوشش کی تھی، مگر ان کو قید کر دیا گیا کیونکہ تمام ماہرین شریعت انھین دو طریقون سے دنیائے اسلام کو لوٹ رہے تھے، ان کی تعلیمات کو دبا دیا گیا لیکن یہ چنگاری پانچ سو سالون کے بعد پھر چمک اٹھی،

اس موجودہ داعی نے بتایا کہ صرف خدا ہی پرستش کے قابل ہے اور حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیم علیہم السّلام اور رسول مقبول صلعم ہم ہی جیسے آدمی تھے، اور ان کے مقبرون کی پرستش بھی دراصل بت پرستی

کی مرادف ہے،

شراب، تباکو یا ہر وہ چیز جو محسوسات پر اثر کرتی ہے اور جو انسان کو خدا سے غافل کرتی ہے، ممنوع ہی؛ برائیون کا خاتمہ کر دینا چاہیے، ان کے ذرائع و اسباب کو مٹا دینا چاہیے، یہی تعلیمات دراصل اونکی اس کاروائی کی کہ وہ کیون مکہ معظمہ پر جو اس وقت تمام بدعات کا مرکز ہے، قبضہ رکھنا چاہتے ہین توجیہ ہین،

محمد بن عبد الوہاب نے اپنی تعلیمات کی وجہ سے اپنے قبیلہ سے نکلکر موجودہ سلطان نجد کے بزرگ محمد بن سعود کے یہان درعیہ مین پناہ لی، ابن سعود اور ان کے جانشینون نے اس مذہب کی حمایت کی، عام مسلمان قبل بعثت کے زمانہ کو ایام جاہلت کہتے ہین لیکن وہابی عبد الوہاب سے پہلے کے زمانہ کو اس نام سے یاد کرتے ہین، اس فرقہ نے نہ صرف مذہب مین ایک نئے دور کا آغاز کیا ہے، بلکہ سیاسی حیثیت سے بھی بہت اہمیت رکھتا ہے،

---

## گلِ رعنا

از

مولنا حکیم سید عبد الحئی، صاحب مرحوم، سابق ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ

جس مین اردو زبان کی ابتدائی تاریخ، اور اسکی شاعری کا آغاز، اور عہد بعہد کے باکمال اردو شعرا کے صحیح حالات، اور ان کے منتخب اشعار، اور ان کے ہر قسم کے کلام کے نمونے درج ہین، اور اب دار المصنفین اعظمگڈھ نے شایع کیا ہے، لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ اعلی، ضخامت ۵۴۸ صفحے، قیمت عہ،

"منیجر"



# اخبارِ علمیہ

ماہرین علم الحیات نے اب دریائی جانورون کے متعلق مفصل تحقیقات شروع کر دی ہے اور وہ اس غرض سے سمندر کی تہ کی سیر کرتے ہین، اس وقت تک سائنس نے صرف اس قسم کی عینکین ایجاد کی تھین جن سے انسان پانی کے اندر رہکر بھی دیکھ سکتا تھا لیکن پانی کا اس قدر دباؤ ہوتا تھا کہ غوطہ خور چند منٹون سے زیادہ پانی کے اندر ٹھہر نہین سکتا تھا، دوسرے ہر وقت کسی خوفناک دریائی جانور کے مہلک حملہ کا خوف بھی لگا رہتا تھا، اور زیر آب جانورون کا مطالعہ نامکمل رہتا تھا، اب ان محققین نے اس کمی کو بھی پورا کر لیا ہے، اور تحقیقاتی جہاز مین ایک ایسا کمرہ بنا لیا گیا ہے، جو نہایت آسانی سے پانی کی تہ تک ڈول کی طرح لٹکایا جا سکتا ہے، یہ کمرہ اس قدر وسیع ہوتا ہے کہ تین آدمی نہایت آرام سے اس مین رہ سکتے ہین، بجلی کی روشنی کمرے کے اندر اور باہر کی ہر چیز کو منور کر دیتی ہے اور دروازہ کے بجائے ایک بہت بڑا آئینہ لگا ہوتا ہے، جس سے یہ ماہرین نہ صرف اُن عجیب مخلوقات کو دیکھ سکتے ہین بلکہ ان کی متحرک تصاویر بھی حاصل کیجا سکتی ہین، حال ہی مین اس قسم کی پہلی مہم ڈاکٹر ار، ڈبلو، ہائنز کے ماتحت روانہ ہوئی ہے، ان کے رفقار پروفیسر سی، اوسلن اور پروفیسر ایچ، مولو ہین،

---

ماہرین اثریات کا خیال ہے کہ حضرت آدم و حوا، عراق مین وادی فرات کے بجائے، شمال مشرقی ایشیا کے علاقہ صحرائے گوبی مین جو منگولیا مین ہے، رہتے تھے، ان اساتذہ نے اپنے اس خیال کی تصدیق کے لیے متعدد مہم روانہ کین اور انھون نے صحرا مین دنیا کے قدیم ترین انسان کی ہڈیان حاصل کرنے مین کامیابی حاصل کی، ان کا خیال ہے کہ اس وقت جبکہ تمام دنیا غیر آباد تھی انسان اسی صحرا مین

اپنے ابتدائی ارتقائی حالت بسر کر رہا تھا، ان لوگون کو اسی صحرا مین ۰۰۰۰۰، برس کے انڈے بھی ملے ہین،

---

سر آرتھر کیتھ کا خیال ہے کہ موجودہ انسان کا چہرہ قدیم انسان سے ۱/۲ انچ لنباہی، ماہرین عضویات انسانی کا بیان ہے کہ منھ کی نچلی ہڈی دانتون سمیت نیچے کی طرف بڑھ رہی ہے، اس کے ساتھ ہی اوپر کی ہڈیون مین بھی تبدیلی ہورہی ہے، اور وہ بھی نیچے کی طرف آرہی ہے، اسی سلسلہ مین رائل کالج مین تقریر کرتے ہوئے انھون نے بتایا کہ موجودہ انسان کے دانت قدیم انسان کے دانتون سے ۲ ملی میٹر نیچے ہین،

---

جرمنی مین اسباب تعمیر کی گرانی اور مکانات کی قلت نے وہان کے لوگون کو نئے وضع کے مکانات کی تعمیر کی طرف متوجہ کردیا ہے، چنانچہ انھون نے ٹاٹ کے نہایت ہی مستحکم مکانات بنانے شروع کیے ہین، بظاہر ان مکانون مین صرف ایک بڑا سا کمرہ اور ایک چبوترہ ہے جو ایک تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ باورچی خانہ کھانے کا کمرہ، اور خواب گاہ بنجاتا ہے، اس تبدیلی کیلیے صرف ایک بٹن کے دبانے کی ضرورت ہوتی ہے اور بس

---

زیادہ زمانہ نہین گذرا کہ شام کے عربون نے ایک چاندی کا پیالہ کھود کر نکالا تھا جس کے دونون دستون پر دو تصویرین تھین ماہرین اثریات کا خیال ہے کہ دونون تصویرین حضرت عیسیٰؑ کی قدیم تصاویر ہین اب ڈاکٹر اے، جی، ایزن نے ایک مفصل مضمون مین دعویٰ کیا ہے کہ یہ تصویرین خود حضرت عیسیٰؑ کے عہد حیات مین تیار کیگئی تھین اور ان سے انکی اصلی شکل کا پتہ چلتا ہے، ان تصویرون سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک ان کی جتنی خیالی تصاویر بنائی گئی ہین وہ سب کی سب غلط ہین،

---

جامعہ کلوفورنیہ کے پروفیسر ایل، ای، ڈاکنس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے، جو ٹیلیفون



بھی ہے اور مختصر نویس بھی ہے، آلہ کے ایک حصّہ کو جلسہ گاہ کے کسی مقام پر لگا دیا جاتا ہے اور آواز اس کے ذریعہ اس آلہ تک پہنچتی ہے، اور وہ خود ان الفاظ کو لکھتا جاتا ہے، اس کے ساتھ ہی کمال یہ ہے کہ گرامفون ریکارڈ کی طرح اس مین آواز بھی محفوظ رہتی ہے اور جب کبھی مقرر کی تقریر کو خود اسکی زبانی سنا چاہین تو سن سکتے ہین،

---

ممالک متحدہ امریکہ کے مشہور استاد اقتصادیات ڈاکٹر ایچ، پی، فیرچائلڈ نے ایک مضمون مین اس خطرہ کا اظہار کیا ہے کہ اگر دنیا اسی طرح ترقی کرتی رہی اور اسکی آبادی اسی تناسب سے بڑھتی رہی تو دس ہزار سال بعد دنیا مین اتنی جگہ بھی باقی نہ رہیگی کہ ہر شخص اپنے پاؤن پر بھی کھڑا ہوسکے، انھون نے جو اعداد و شمار پیش کیے ہین ان سے پتہ چلتا ہے کہ اسی رفتار سے ممالک متحدہ مین اس صدی کے آخر مین ۵۵۰۰۰۰۰۰۰ نفوس ہوجائینگے اس وقت تمام دنیا کی آبادی تقریباً ۱۸۰۰۰۰۰۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے، اور ۴۵، سالون کے بعد یہ تعداد مضاعف ہوجاتی ہے، اس حساب سے ایکہزار سال مین دنیا کی آبادی ۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰ نفوس ہوجائیگی،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ ۱۹۲۲ء کی مردم شماری کے اعتبار سے دنیا کے آبادی کی صحیح تعداد ۱،۸۰۷،۱۸۰،۰۰۰ ہے، ان مین سے صرف ۴۰۰۰۰۰۰۰۰ اشخاص بڑے شہرون اور ۹۰۰۰۰۰۰۰ قصبون مین رہتے ہین، باقی ۱،۳۱۷،۱۸۰،۰۰۰ آدمی دیہاتی زندگی بسر کرتے ہین،

---

ہارورڈ کا رصدخانہ نہ صرف امریکہ مین بلکہ تمام دنیا مین، اپنے آلات کی بنا پر خاص امتیاز رکھتا ہے یہان کے ذمہ دار افسر اعلیٰ ڈاکٹر ایچ، شیپلے نے حال ہی مین ایک نئی دنیائے نجوم کا پتہ چلایا ہے، ستارون کا یہ مجموعہ سورج کے قریب ہے، سب سے پہلے ڈاکٹر ای، ای بارنرڈ نے اس کا انکشاف کیا، لیکن وہ اسکو بالکل ہی مبہم چھوڑ گیے، اب ڈاکٹر شیپلے نے اوسکی تصاویر بھی حاصل کرلی ہین اور ان کا خیال ہے کہ روشنی کو وہان سے زمین تک آنے کے لیے دس لاکھ سال لگتے ہین، اب یہ ستارے بہت نمایان ہوگیے ہین،

حکومت ہند کی آمدنی جس سرعت سے بڑھ رہی ہے، اُس کا اندازہ مندرجہ ذیل اعداد سے ہو سکتا

| | | |
|---|---|---|
| سنہ ۱۹۱۱ء | ۵۰۳۲۱۰۰۰ | پونڈ |
| سنہ ۱۹۱۳ء | ۵۵۴۱۰۰۰۰ | 〃 |
| سنہ ۱۹۲۰ء | ۸۶۸۳۲۶۰۰ | 〃 |

اسی کے ساتھ یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہو گا کہ ہندوستان کے ہر شخص کی آمدنی اور اس کے سا[تھ]

اس پر محصول کس طرح بڑھ رہا ہے،

| سنہ | سالانہ آمدنی فی شخص | محصول فی شخص (روپیہ آنہ پ) |
|---|---|---|
| سنہ ۱۸۷۱ء | ۲۰ | ۱-۱۳-۹ |
| سنہ ۱۸۸۱ء | ۲۷ | ۲-۲-۳ |
| سنہ ۱۸۹۱ء | .. | ۲-۳-۱۱ |
| سنہ ۱۹۰۱ء | ۳۰ | ۲-۱۰-۲ |
| سنہ ۱۹۱۱ء | ۵۰ | ۲-۱۳-۱۱ |
| سنہ ۱۹۱۳ء | .. | ۳-۱-۶ |
| سنہ ۱۹۲۰ء | .. | ۵-۰-۱۱ |
| سنہ ۱۹۲۲ء | ۵۳ | ۶-۷-۷ |

اس حساب سے محصول ادا کرنے کے بعد ہر ہندوستانی کی آمدنی تقریبًا ایک آنہ ۱۱ پائی ہوتی ہے

کیا ہندوستان کی غربت مین اب بھی شک ہے؟



# ادبیات

## خیالاتِ عزیز

از

جناب عزیز صاحب لکھنوی

یہ دل کا داغ کسی دن اگر عیان ہوتا
وہ آفتاب تھا جو تاجِ آسمان ہوتا

مری زبان سے جو قصہ مرا بیان ہوتا
یقین ہے کہ زمانہ مین داستان ہوتا

حقیقتِ دلِ زخمی بیان نہ کر سکتا
ہزار سال گلستان بو ترجمان ہوتا

ادائے حُسن کو جی بھر کے دیکھ تو لیتے
یہی نہ جان کا اپنی فقط زیان ہوتا

کہین سبک تھا مرے دل کے خاک ہونے سے
اگر زمین کا پیوند آسمان ہوتا

سکوت موت کے قربان مری شرم رکھی
وہ ہمزبان نہ ہوئے کیون نہ بےزبان ہوتا

حجابِ ناز مین پنہان تھا رازِ ہستی کا
نقاب رُخ سے اُلٹتے تو مین کہان ہوتا

زمین خلاف فلک منحرف وہ چین بجبین
شکستہ دل تری تربت کا کیا نشان ہوتا

اس انتشار مین مخفی ہے عظمتِ لیلےٰ
غبارِ قیس بھلا یون روان دوان ہوتا

وہ سوزِ عشق جہنم شرار ہے جس کا
نہان کیے سے ہمارے بھلا نہان ہوتا

جلا دیا پرِ پروانہ شمع نے ورنہ
یہی ورق دلِ سوزان کی داستان ہوتا

شبِ فراق چراغان کی تھی یہی صورت
عزیز ہر سرِ مو چشم خونفشان ہوتا

# غزل

از سید محمد ہادی مچھلی شہری بی اے ال ال بی وکیل علی گڈہ

صورتین عیش و مسرت کی ہوئین خواب مجھے　　خیر جس حال مین رکھے دلِ بیتاب مجھے

ادسکے انداز ستم کو بھی کرم ہی سمجھا　　کر دیا دل نے غلط کوش و غلطیاب مجھے

لائق عفو ہے بیتابیٔ دل کی حالت　　ابھی معلوم نہین عشق کے آداب مجھے

ابتو صورت ہی کوئی دل کی تسلی کی نہین　　تلخیٔ غم سے ہوا بادہ بھی زہراب مجھے

اپنے غم سے تو ہے ممکن کہ رہا بھی ہو جاؤن　　زندہ چھوڑیگا نہ ہرگز غم احباب مجھے

رات بھر تکلین مصیبت کی رہین پیش نظر　　عرصۂ حشر ہوا دیدۂ بے خواب مجھے

نہین آسان مری آشفتہ مزاجی کا علاج　　کاش رہنے دین اسی حال مین احباب مجھے

ہون وہ بیتاب کہ ڈوبے بھی اگر کشتیٔ دل　　منزل امن بنے حلقۂ گرداب مجھے

ہوگیا دہر کی بیگانہ وشی سے واقف　　اب نہین شکوۂ بے مہریٔ احباب مجھے

جوش غم دل ہی مین گھٹ گھٹ کے رہیگا کیونکر　　ہائے اک آہ کی بھی ابتو نہین تاب مجھے

لذتِ زیست سے پھر بھی تو مین وابستہ ہا　　غفلتِ مرگ تمنا ہے، شکر خواب مجھے

اب کہان جوشِ تمنا کی وہ حالت باقی　　اب کہان یاد نوائے دلِ بیتاب مجھے

کشتیٔ دل کو تلاطم کی نہین تاب ذرا　　ابتو دریائے سکون چاہئے پایاب مجھے

پہلے وہ چاک کا اپنے تو کرے کوئی علاج　　کیا چھپائے گا بھلا دامنِ گرداب مجھے

خیر جاتا تو رہا تشنگیٔ غم کا گلہ　　چشمِ گریان نے کیا خوب ہی سیراب مجھے

مضطرب کیون نہ ہون اپنی تباہی کیلئے　　ناتوانی نے کیا نقشِ سرِ آب مجھے



اب تو جو کشتیٔ اُمید ہو تیرا انجام　　اب کہان چھوڑتی ہے منزل گرداب مجھے

غمگساری کی توقع کا یہ ہادی ہے مآل

طعنۂ رنج و فا دیتے ہین احباب مجھے

# افسانۂ بیکسی

از

صوفی غلام مصطفے صاحب تبسم ایم اے امرتسری

غیر ما نیست کس یگانۂ ما　　کہ نہد گوش بر فسانۂ ما

بر درِ ما گرا گذار افتاد　　می طپد سنگ آستانۂ ما

پردہ بردار شاہد از لبم　　طور می سوزد از زبانۂ ما

حرفے از ما کسے نمی شنود　　وائے برما و بر فسانۂ ما

سازِ عشق آتشین نوایم کرد　　شعلہ می ریزد از ترانۂ ما

از خمار سحر گہی پاک است　　مستی بادۂ شبانۂ ما

جرعۂ خانمان خرابم کرد　　حیف بر عشرت مغانۂ ما

برق را لرزہ بر تن افتادست　　کرد تا قصد آشیانۂ ما

ان شرابے کش آب می ناشد　　آتشے گشت در زمانۂ ما

———

## مطبوعات جدیدہ

**کشاف الہدیٰ**، جناب سیٹھ یعقوب حسن صاحب ہندوستان کی سیاسی دنیا مین عرصہ سے اپنی خدمات کی بنا پر معزز و مشہور ہین عہد ترک موالات مین دوسرے رہنمایان قوم کی طرح انکو بھی ۲۶ مہینون تک قید رہنا پڑا جس مین انھون نے قرآن شریف کا مطالعہ کیا، اس کے حقائق و معارف سے واقفیت حاصل کی، اوسکی تعلیم و اصول سے آگاہ ہوئے، اسکی تاریخ، اسکی ترتیب، اسکی تفسیر پر نظر ڈالی اور اس مطالعہ نے ان کو اس قابل بنا دیا کہ وہ کلام مجید کو مع ترجمہ کے ایک جدید طریقہ سے ہمارے سامنے پیش کرین، چنانچہ انھون نے مختلف سرخیان مثلاً، توحید، عبادت، رسالت، معاشرت، قصص وغیرہ قائم کی ہین، اور ان کے تحت مین کلام مجید مین جتنی آیتین ہین ان کو جمع کر دیا ہے، ان کا ترجمہ لکھا ہے اور مجمل مقامون پر تشریح بھی کی ہے، اس سلسلہ کا نام **کتاب الہدیٰ** ہے اور کشاف الہدیٰ اسی کتاب کا مفصل، عالمانہ اور پر از معلومات مقدمہ ہے جو ۲۹×۲۲ کے ۷۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس مین قرآن مجید کی تعلیمات، اوس کی تاریخ، اوسکی ترتیب، رسم الخط، ناسخ و منسوخ، اختلاف قرأت، فضائل قرآن، تفاسیر قرآن، اور دوسری مقدس کتب وغیرہ پر مفصل بحث ہے، جو لوگ قرآن شریف کا صحیح طریقہ سے مطالعہ کرنا چاہتے ہین، ان کے لیے یہ کتاب بہت مفید اور لباضروری ہے ہم کسی آئندہ اشاعت مین اس پر مفصل طور سے اظہار خیال کرینگے، لکھائی چھپائی اچھی ہے، قیمت ع۸، دفتر کتاب الہدیٰ، نمبر ۶ سٹاہم رد ڈ مدراس کے پتہ سے مل سکتی ہے،

**اُسوۂ حسنہ**، علامہ ابن قیم جوزی کی سیرت زاد المعاد مین ایک خاص وصف یہ ہے کہ یہ سیرت اس عہد کے مذاق کے مطابق محض مجاہدانہ کارنامون کی تشریح نہین بلکہ آنحضرت صلعم کی پیغمبرانہ زندگی کا



ایک مکمل نقشہ ہے، حال مین مصر کے ایک روشن خیال عالم شیخ محمد ابو زید نے اسکا ملخص کیا تھا اور اب الہلال بک ایجنسی لاہور کی فرمائش سے مولوی عبد الرزاق ندوی نے اس کو اردو کا جامہ پہنایا، تلخیص کی جامعیت کیلئے تو مصری عالم قابل مبارکباد ہین مگر ترجمہ کی خوبی نے اسوۂ حسنہ کو نئی چیز بنا دیا ہے، قیمت فی مجلد عہ غیر مجلد عہ الہلال بک ایجنسی لاہور،

**اعجاز القرآن**، قرآن مجید مسلمانون کے دین و ایمان کا سرچشمہ ہے مگر ہمارے قدیم مدارس کے نصاب مین اگر قرآن داخل تھا تو صرف چند تفسیرون کی شکل مین سب سے پہلے دار العلوم ندوۃ العلماء نے قرآن مجید کو نصاب درس مین خاص اہمیت دی، اور خدا کا شکر ہے کہ دیوبند بھی آہستہ آہستہ اس اصول کو تسلیم کر رہا ہے، چنانچہ اساتذہ دار العلوم دیوبند نے طلبہ کے سامنے قرآن مجید کی تعلیمات پر خطبات کا انتظام کیا ہے، اعجاز القرآن اس سلسلہ کی پہلی قسط ہے جس مین مولانا شبیر احمد صاحب نے وجوہ اعجاز قرآن بیان کیے ہین یہ رسالہ اگر دیوبند جیسے اہم اسلامی مدرسہ کی طرف سے نہ ہوتا تو بہت زیادہ تعریف کا مستحق ہوتا مگر دیوبند کا نام دیکھکر اس سے زیادہ مواد اور بلندی خیال کی خواہش پیدا ہوتی ہے، قیمت ۶، پتہ دفتر دار الکتب العثمانیہ دار العلوم دیوبند

**دیوان حسرت موہانی**، عمل اور تخیل کا اجتماع کسی شخص مین مشکل سے ہوتا ہے مگر جناب حسرت موہانی دونون کا عجیب و غریب مرقع ہین، سیاسی دنیا مین اگر انکی حیثیت عزم و ارادہ، اور استقلال کے پہاڑ کی سی ہے تو دنیائے شاعری مین وہ کچھ اور ہی ہین، حال مین ان کے دیوان کا چھٹا، ساتوان اور آٹھوان حصہ شائع ہوا ہے، جنمین انکی وہ تمام غزلین ہین جنکو انھون نے ۹ نومبر ۲۳ء تک سنٹرل جیل پونا اور یرودا جیل مین لکھی تھین، حضرت حسرت نے شاعری مین اپنا جو خاص رنگ پیدا کر لیا ہے اسکی توضیح کی ضرورت نہین، غالباً ہر شخص جو شعر و شاعری سے مذاق رکھتا ہے اس سے خوب واقف ہے، قیمت ہر جلد بہ ترتیب ۸ر ۸ر ۸ر پتہ: بیگم حسرت موہانی حسرت روڈ کانپور،

**مرقعۂ واقعۂ کربلا**، پنجاب ایک عجیب سرزمین ہے، آئے دن وہان نئی نئی مذہبی تحریکین

پیدا ہوتی رہتی ہیں، لاہور میں ایک نئی انجمن مجلس عثمانیہ کے نام سے نمودار ہورہی ہے جس کا مقصد لوگوں کے قلوب کو بنوامیہ اور حضرت عثمان کے بغض سے پاک کرنا بتایا جاتا ہے، حال میں اس مجلس کی طرف سے مندرجہ بالا نام کا ایک رسالہ شائع کیا گیا ہے، جس کے مصنف کا نام نہیں معلوم، اس رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ محرم کی بدعات کو روکا جائے لیکن یہ کسی طرح مناسب ہے اور نہ واقعہ کے مطابق ہے کہ امام حسین علیہ السلام پر خروج، اور بغی و فساد کا الزام عاید کیا جائے اور اُن کے مقابلہ میں عبید اللہ بن زیاد کے اعمال کو قرآن و حدیث کے مطابق بتایا جائے، ہم نہیں بتا سکتے کہ اس قسم کی تحریروں سے مجلس عثمانیہ مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے، قیمت فی کاپی ۸/ پتہ مجلس عثمانیہ لاہور،

**بہار بے خزان**، یہ بوستان سعدی کے سدابہار پھولوں کا ایک مختصر سا گلدستہ ہے جسے سید د[illegible] علیصاحب نے مرتب کیا ہے، بچوں کے لیے مفید ہے، قیمت درج نہیں، پتہ:- سید وزارت علیصاحب خلف سید مردان علیصاحب مرحوم رسالدار ریاست جودھپور،

**توبہ رستم**، جناب احمد مختار صاحب بدر مچھلی شہری، مختار دیوریا ضلع گورکھپور کی ایک چھوٹی سی دلچسپ مثنوی ہے، اس کا پڑھنے والا سمجھے گا کہ یہ مثنوی انکی ذاتی تصنیف ہے، مگر واقعہ ایسا نہیں ہے، یہ نظم گولڈ سمتھ ( [illegible] ) کی "اڈون اینڈ انجلینا" کا ترجمہ ہے، اگر جناب بدر اس حیثیت سے اس کو پیش کرتے تو وہ بہت زیادہ قابل داد تھے، بہرحال مثنوی دلچسپ ہے، قیمت ۳/ ہے اور مصنف سے مل سکتی ہے،

---

| جلد شانزدہم | ماہ رجب ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۲۵ء | عدد دوم |
|---|---|---|

## مضامین